DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226142
UNIVERSAL
LIBRARY

انظر کیف ضربوا لک الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا

: الحمد للہ کہ رسالہ

(حضرت) محمد کی زندگی ... (رسالہ رنگیلا رسول صفحہ ۱) ...

مقدس رسول
علیہ السلام

جسمیں

آریوں کے رسالہ "رنگیلا رسول" اردو اور "وچتر جیون" ناگری
مصنفہ پنڈت کالیچرن متعلقہ ازواج مطہرات
کا جواب

مصنفہ

(مولنا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل مصنف تفسیر ثنائی وغیرہ)
اڈیٹر اخبار اہل حدیث امرتسر

بفرمائش خاکسار عطاء اللہ منیجر دفتر اہلحدیث
[illegible] برقی پریس امرتسر میں شیخ غلام الیٰسین پرنٹر کے اہتمام سے چھپا

قیمت ۱۰/ محصول علاوہ

1952
CHECKED 1951

ہفتہ وار اخبار

اہلحدیث

یہ اخبار کیا ہے مجمع البحرین ہے۔ یعنی دین و دنیا کا مجموعہ ۱۸ × ۲۲ تقطیع کے ۱۶ بڑے صفحوں پر ہر جمعہ کے دن ہفتہ وار امرتسر سے شائع ہوتا ہے جسمیں مضامین مذہبی۔ اخلاقی مسائل، فتاوے اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ درج ہوتے ہیں۔ ایک دو صفحوں پر دنیا بھر کی چیدہ چیدہ خبریں بھی درج ہوتی ہیں۔ غرض یہ اخبار توحید وسنت کا حامی شرک و بدعت کا دشمن۔ مخالفین کے سامنے ڈھال کا کام دینے والا دنیا کی چیدہ چیدہ خبریں بتانے والا ہے

قیمت سالانہ پانچ روپیہ (صہ)

المشتہر

منیجر اخبار اہل حدیث امرتسر۔

(پنجاب)

۷۸۶

فہرست مضامین رسالہ مقدس رسول

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
علماء کی رائیں	۲	ام المومنین صفیہ	۷۸
اخبارات کی رائیں	۱۴	ام المومنین ام حبیبہ	۷۹
مصنف کی دعا	۲۱	ام المومنین میمونہ	۸۰
دیباچہ وجہ تصنیف رسالہ ہذا	۲۲	حضرت ماریہ	۸۱
آریوں میں طرز نکاح	۳۰	رنگیلے مصنف کا نیا رنگ	۸۳
تمہید جواب	۳۱	تعدد ازواج	۸۶
مجمل جواب	۳۵	دیانند ویدوں والا	۹۱
مفصل جواب	۳۸	مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات	۹۷
ام المومنین عائشہ	۴۳	مسلمان بھائیوں سے روئے سخن	۹۸
ام المومنین زینب	۶۱	نظم متعلقہ شجرۂ اسلام	
بہتان نئے رنگ میں	۷۴		

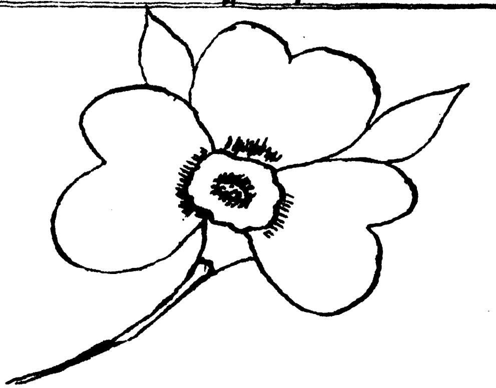

رسالہ مقدّس رسول پر علماءِ کرام کی رائیں

کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

آریہ سماجی جب کبھی جواب معقول پاتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ یہ جواب صرف مجیب کی رائے ہے اور علمائے اسلام اس جواب کے قائل نہیں۔ اس لئے جواب ہذا پر علمائے کرام کی تصدیقات بھی لی گئیں جو درج ذیل ہیں :-

حضرات علماء دیوبند۔ ضلع سہارنپور

"رنگیلا رسول" چھاپ کر آریہ سماج نے جو نمونہ تہذیب اور آرین راست بیانی کا پیش کیا ہے وہ فی الحقیقت سماجی لٹریچر کی مشہور و معروف خصوصیات دل آزاری سخت کلامی۔ دروغ بیانی اور اندھے تعصب کا ایک ایسا مکمل مرقع ہے جس میں سماج کے معلم اول (سوامی دیانند) کی اخلاقی تعلیم کے خد و خال پوری صفائی اور وضاحت سے نظر آ رہے ہیں۔ ایسی گندی اور متعفن تحریر کسی آریہ کی طرف منسوب ہو تو ہمیں کچھ بھی حیرت نہیں۔ ہاں حیرت اگر ہے تو مسلمانوں کے غایت درجہ کے صبر و تحمل پر کہ آج اپنے پاک رسول کی جناب میں ایسے رکیک اور کمینہ حملے دیکھ کر بھی اُن میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی ۔

فَيَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا

حق تعالٰے نیک اجر دے مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو جنہوں نے "مُقدس رسول" لکھ کر ایسی گندگی کا جواب بڑی پاکیزگی سے۔ اندھیرے کا اُجالے سے اور بدتہذیبی کا نہایت سنجیدگی اور متانت سے دیا اور ثابت کر دیا کہ اُس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا جن کی بعثت کی غرض ہی یہ تھی لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ[1] اس گئی گذری

---

[1] میں اس لئے رسول ہو کر آیا ہوں کہ اعلیٰ اخلاق کو مکمل کر دوں۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے (مصنف)

حالت میں بھی دنیا کے بڑے بڑے مدعیانِ تہذیب سے بڑھکر مہذب ہیں سچ یہ ہے کہ مولوی صاحب ممدوح نے اپنے مخصوص رنگ اور مختصر جملوں میں رنگیلے مہاشہ کا سارا تارو پود بکھیر دیا ہے اور اپنے قلم کی حرکت سے کذب و دروغ اور تعصب وعناد کے وہ سب غلیظ پردے یکسر چاک کردیے ہیں جن کے نیچے رنگیلے مہاشہ نے اُس مقدس رسول کی پاک زندگی کو مستور کرنا چاہا تھا +

خدا تعالیٰ مولوی صاحب کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ہم کو کام کرنے کی ہمت بخشے۔

جزاہ اللہ عن سائر المسلمین جزاءً حسناً و وفقہ وایانا لما یحب ویرضیٰ

(دستخط علمائے کرام)

(مولانا) **شبیر احمد عثمانی** (مولانا) **سراج احمد** (مولانا) **حبیب الرحمن**

(از مدرسہ دیوبند)

نوٹ۔ دس نسخے قیمتاً بھیجدیں (حبیب الرحمن)

مولانا مرتضیٰ حسن صاحب میں نے رسالہ "مقدس رسول" دیکھا متعصب آریہ کے غیر مہذب اعتراضوں کا بڑی تہذیب اور متانت سے جواب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آریہ سماج کو ہدایت کرے اور اہلِ اسلام کو استقامت عنایت فرمائے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی سعی قابلِ ثناء ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ الیٰ یوم الجزاء +

بندہ مرتضیٰ حسن (از دیوبند)

مولانا اعزاز علی صاحب حامداً ومصلیاً ومسلماً امابعد میں نے رسالہ "مقدس رسول" کو مطالعہ کیا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کے جوابات آریوں کے مقابلہ میں ہمیشہ مسکت ثابت ہوئے ہیں اور وہ مختصر لفظوں میں بہت سے جوابات بصراحت اور بعض باشارت دیتے ہیں۔ اس میں بھی اُنہوں نے زمانہ کی جدت اور واقعات کی تحقیق سے کام لیا ہے اور اکثر موقع پر الزامی جواب دیکر دفاع عن الاسلام کا فریضہ ادا کیا ہے +

میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم اس رسالہ کو مقبول اور اسلام اور اہلِ اسلام کو اس سے

مستفیض فرمادے۔ آمین!

محمد اعزاز علی غفرلہٗ (از دیوبند) ۸ صفر ۱۳۴۳ھ

علماء دار الحدیث مدرسہ رحمانیہ دہلی

امابعد۔ کسی آریہ نے ایک رسالہ "رنگیلا رسول" لکھا ہے جس میں مسلمانوں کی دل آزاری کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا۔ بخیال اطمینان و تشفی قلوب اہل اسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس کا جواب دندان شکن نہایت نرمی اور مہذبانہ لہجے سے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام "مقدس رسول" ہے۔ میں نے اس رسالہ کو بغور دیکھا۔ ہر مضمون جواب اس کا نہایت سچا اور منصفانہ اور ہر کلام وجملہ محققانہ اور مہذبانہ ہے۔ مجیب کو عقلاً و عرفاً حق تھا کہ جواب ترکی بترکی اُسی لہجہ کے ساتھ دیتے جو لہجہ رنگیلے مہاشہ نے اختیار کیا ہے۔ مگر بحکم وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ جو ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیم ہے۔ نہایت نرمی اور تہذیب کے ساتھ دیا ہے اور ایک لفظ بھی غیر مہذبانہ استعمال نہیں کیا ہے۔ آفریں باد بریں ہمت مردانہ او۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ ورشد واھتدیٰ +

(دستخط علمائے کرام دہلی)

(مولانا) ابوطاہر بہاری (مولانا) احمد مئو ضلع اعظم گڈھ

(مولانا) ابوالعرفان عبدالرحمٰن (از مدرسہ رحمانیہ دہلی)

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی میں نے رسالہ "مقدس رسول" مؤلفہ جناب مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو اشاعت سے پہلے پڑھا۔ وہ عین ضرورت کے وقت لکھا گیا ہے۔ اور اس میں جسقدر مضامین ہیں وہ سب مدلل اور تحقیق کرنیوالے کو مطمئن کرنیوالے ہیں +

مولانا موصوف کی ساری زندگی خدمتِ اسلام میں گزری۔ دشمنانِ اسلام کے ہر حملہ کا فوری جواب ان کی طرف سے شایع ہوتا ہے۔ یہ رسالہ بھی جن غیر مہذب رسائل کے جواب میں اُنہوں نے مسلمانوں کو نہایت مشتعل کر رکھا ہے +

مجھے امید ہے کہ مسلمان اس رسالہ کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرینگے اور مَیں بھی قیمت معلوم ہونے کے بعد پچاس کاپیاں اس کی خرید کر تقسیم کرونگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ +

حسن نظامی - ۲ستمبر ۱۹۲۴ء

مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی

مولانا المکرم - السلام علیکم - مَیں ابتداہی سے آپکی تصانیف متعلق ردآریہ کے مطالعہ سے بہرہ ورہوتا رہا ہوں اور اس فرقہ کے حالات کی ہمیشہ آپ ہی کی تحریرات سے مجھے واقفیت ہوئی ہے مجھے آپکی اس تصنیف ("مقدس رسول") سے توقع کے موافق فائدہ ہوا۔ بہت باموقع مناسب رسالہ ہے۔ "رنگیلا رسول" رسالہ کا ذکر اول اول مَیں نے گاندھی صاحب کی زبان سے سُنا تھا۔ وہ پنجاب کے ہندوؤں کے رسائل واخبارات کے زائد رشاکی تھے۔ اور اُن کی ردّوں کے بھی جو اہلِ اسلام کی طرف سے تھے شکایت کرتے تھے۔ مجھے تو یہ خیال تھا کہ جس رسالہ کو گاندھی صاحب نے مسلمانوں کا دل آزار تصور کیا تھا۔ اُس کو مسلمان جس حد تک دل آزار سمجھتے وہ کم ہے۔ کہیں اُس کا جواب کوئی بگڑے دل ترکی بہ ترکی نہ دیں جو تعلیم اسلامی کے منافی ہے۔ بارے یہ خیال غلط نکلا اور آپ نے اس خدمت کو انجام دیا جو حضرات اہلِ علم کے شایان شان ہے۔ مجھے آپکے شکریہ کی ضرورت نہیں۔ صرف اسقدر عرض کرنا کافی ہے۔ جزاکم اللہ عنا وعن الاسلام خیرالجزاء والسلام مع الاکرام۔ فقط +

فقیر محمد عبدالباری عفا اللہ عنہ - ۲ صفر ۴۳ھ

مولانا حافظ ابراہیم صاحب سیالکوٹی

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد - حال میں آریوں نے ایک کتاب موسومہ "رنگیلا رسول" شایع کی ہے۔ اسکے مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفداہ ابی وامی وعرضی وروحی وکل شیئ عندی کی ذات اقدس کی نسبت بہت نامہذب دریدہ دہنی کی ہے۔ اُس کے جواب میں شیرِ اسلام سرخیلِ مناظرینِ زماں - سردار اہل حدیث جناب مولانا المکرم مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری نے یہ کتاب "مقدس رسول" لکھی ہے۔ جواب کی خوبی - تحریر کی متانت اور بیان کی خوش اسلوبی محتاجِ بیان نہیں - کیونکہ خدا تعالیٰ نے جناب مولانا صاحب کو اسکی

قابلیت خصوصیت سے عطا کی ہے۔ میں تو انکے اس کتاب کا نام "مقدس رسول" رکھنے ہی پر قربان ہوں۔ خدا تعالیٰ جناب مولانا کو اس کی جزائے خیر دے اور ان کے عمل کو قبول فرمائے آپکی عمر و فیض میں ترقی و برکت بخشے اور لوگوں کو اس سے متمتع کرے۔"

(از سیالکوٹ ۶ ستمبر ۱۹۲۴ء)

مولانا محمد مبارک حسین صاحب از میرٹھ آریوں کی طرف سے جو کتاب موسومہ "رنگیلا رسول" کے نام سے شایع ہوئی۔ اس کے جواب لکھنے کی طرف میں نے قلم کو متوجہ کیا تھا۔ مگر آج (۳ ستمبر ۲۴ء) کی ڈاک سے شیر پنجاب مولنا ثناء اللہ صاحب کا مرسلہ رسالہ پہنچا۔ رسالہ دیکھنے کے بعد میں نے خیال تبدیل کر دیا کہ اب ضرورت باقی نہیں رہی۔ مولنا نے جس خوبی سے رسالہ تحریر فرمایا ہے اور آریہ کے زہریلے اثر اور بیجا حملوں کی جس قابلانہ طرز اور تحقیق تدقیق سے مدافعت کی ہے وہ محتاج بیان نہیں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولنا ثناء اللہ صاحب کی عزت کی زندگی میں اضافہ فرما کر اسلام کو ان سے نفع پہنچائے۔ آمین!

خادم العلماء محمد مبارک حسین محمودی مدرس اول و ناظم مدرسہ دار العلوم جامع مسجد میرٹھ شہر۔ ۳ ستمبر ۲۴ء

جناب سید غلام بھیک صاحب ناظم جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ اسلام شہر انبالہ آریہ سماج کے کارکن اور پرچارک اسلام اہل اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو زہر اگلتے رہتے ہیں اس کی تازہ مثالوں میں وہ کتاب بھی ہے جس کا نام "رنگیلا رسول" رکھا گیا ہے اور جس کے مصنف کو اپنا نام ظاہر کرنے کی اخلاقی جرأت بھی نہیں ہوئی۔ مولنا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری دشتِ مناظرہ کے پرانے سیاح یہ کب ہوسکتا تھا کہ مولنا اس کتاب کا جواب نہ لکھتے۔ چنانچہ آپ نے اس کا جواب لکھا اور "مقدس رسول" نام رکھا۔ اس جواب میں گمنام و نقاب پوش معترض کے ہتھکنڈوں کی خوب قلعی کھولی گئی ہے۔ اس جواب کا انداز بیان دلچسپ ہے اور چونکہ گمنام معترض کا مقصد عوام الناس کو دھوکا دینا ہے۔ اس واسطے مولانا نے بھی جوابات ایسے لکھے ہیں جو نہایت

سلہ آپ بھی جواب لکھئے بلکہ اور علماء بھی لکھیں۔ کیا ترکِ اسلام کے متعدد جواب نہ ہوئے تھے (مصنف)

عام فہم ہیں۔ ایسے زہر کا تریاق ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ زیادہ نیاز و السلام۔
(بندہ غلام بھیک نیرنگ از کمبی۔ ۸ ستمبر ۱۹۲۴ء)

مولانا محمد ابوالقاسم سیف محمدی بنارسی

چند دنوں پیشتر ہندو مسلم اتفاق نے وہ شجر باثمر پیدا کیا تھا کہ تعصبات و اختلافات کا نام و نشان باقی نہ رہا تھا۔ خدا جانے اس مبارک شجر میں کس کی نظر بد لگی کہ پھر مشاجرہ شروع ہو گیا اور بقول مہاتما گاندھی "آریہ سماج کی عادت لڑائی و تنگ نظری ہے" آریوں کے پُرجنبیہ شردھانندجی نے جیل سے باہر آتے ہی شدھی و سنگھٹن کے زہریلے درخت کی آبیاری شروع کی جس نے اتفاق باہمی کے مبارک زمانہ کو خواب و خیال کر دیا اور اس درخت کے کڑوے پھل رسالہ ہائے "رنگیلا رسول" اور "وچتر جیون" وغیرہ کی شکل میں بازار میں آئے۔ خدا جزائے خیر دے مولانا شیر پنجاب کو کہ انہوں نے سب سے پہلے اس حملہ کا جواب دیا اور کیا خوب جواب دیا۔ ماشاء اللہ مخالفین اسلام کے جواب میں آپکا ملکۂ جواب مسلّم ہے اور پھر طرز تحریر نہایت شستہ جس میں سخت کلامی کا شائبہ تک نہیں ہے اور یہ کچھ اسی رسالہ کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی تمامی تالیفات اسی طرح دل آزاری سے پاک ہیں۔ فجزاہ اللہ خیرا ؎

دعائک یا فخر الافاضل واجب علی کل ذی فضل بدھر مظلم

(عاجز محمد ابوالقاسم بنارسی)

مولانا عبدالماجد صاحب قادری بدایونی

رسالہ مقدس رسول مصنفہ علامہ ابوالوفاؔ قبل تکمیل صفحہ ۶۴ تک مطبوعہ پڑھا۔ آریوں کے ہفوات پر سکوت بہتر لیکن اُنکے ترہات بلاشبہ بعض اوقات و حالات میں لائق جواب و توضیح جس سے اُن پر اتمام حجت ہو کہ شاید کوئی سعید روح نکلے جو اپنے مزخرفات کی حقیقت جہالت معلوم کر کے حق و صداقت کے قبول کی تڑپ دکھائے وما ذالک علی اللہ بعزیز اور بعض اوقات ناواقفین و غربا مسلمین میں اُنکے کبر عُجب و تفاخر ناروا کا قلع و استیصال مقصود جس سے اُن کا فتنہ مسدود ہو۔ بناءً علیہ ہندوستان کے مشہور مناظر آریہ علامہ ابوالوفا امرتسری نے جس سلاست متانت توضیح تحقیق سے رسالہ "مقدس رسول" لکھا وہ قابل ستایش و لائق امتنان ہے فجزاہ اللہ خیر الجزاء

میرے خیال میں اس کو عوام اور دیہاتی آبادی کے مسلمانوں تک کثرت سے پہنچایا جائے اور اس خدمت اور اشاعت حق کو تمام تبلیغی انجمنیں انجام دیں اور ثواب تبلیغ و اشاعت حاصل کریں +

میں سمجھتا ہوں کہ علاوہ مخالف کے دفع توہمات و اعتراضات اور اُس پر قوی تر الزامات و ایرادات کے یہ رسالہ ازواج مطہرات و ازدواج سرکار عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مختصر تاریخ بھی ہے اور تعدد ازواج کے فلسفۂ جواز کا بہتر انموذج (نمونہ) بھی + فقط۔

(فقیر عبد الماجد القادری البدایونی)

جناب مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید المرسلین والعاقبۃ للمتقین اما بعد۔ خاکسار نے کتاب مستطاب "مقدس رسول" کے چند صفحات مطالعہ کئے۔ یہ کتاب جناب فاضل علامہ مولانا المولوی ابو الوفا محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ایک آریہ مہاشے کی کتاب "رنگیلا رسول" کے جواب میں لکھکر نہ صرف قومی اور اسلامی فریضہ ادا کیا ہے۔ بلکہ مسلمانوں پر ایک تازہ احسان کیا ہے۔ مولانا ممدوح نے اس سے پہلے بھی مخالفین اسلام کی بہت سی کتابوں کے جواب تحریر فرمائے ہیں جو مُلک میں شایع اور مقبول ہو چکے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے مجھے بہت مسرت ہوئی اول اس لئے کہ جواب نہایت معقول اور مدلل طور پر لکھے گئے ہیں۔ دوم یہ طرز تحریر نہایت مہذب ہے۔ اسلامی اخلاق و اسلامی تہذیب کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ سوم اس لئے کہ ناواقفوں کیلئے دھوکا کھانے کا موقعہ نہ رہا اور واللہ لا یھدی کید الخائنین کا مصداق ہو گیا +

حضرت حق جل مجدہٗ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور اُنکی مخلصانہ سعی کو مشکور اور کتاب "مقدس رسول" کو مقبول اور مسلمانوں کو اس سے بہرہ ور اور طالبین حق کیلئے اسکو ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین رب العلمین + (خاکسار محمد کفایت اللہ غفرلہٗ)

مولانا عبدالشکور صاحب مدیر رسالہ النجم لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں:-
اس حقیر نے کتاب "مقدس رسول" کو دیکھا۔ آریوں کی طرف سے جو دلخراش کتاب "رنگیلا رسول" شائع ہوئی تھی اور اس میں نہائت غیر مہذب طریقہ سے بہترین انبیا صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی پر دل آزار حملے کئے گئے تھے۔ کتاب مذکور میں مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے اسی کا جواب لکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ پر پورا عمل ہوا ہے آریوں کی تلخ کلامی کا جواب شیریں الفاظ میں دیا ہے اور انکے اعتراضات کے تحقیقی جوابات دینے کے ساتھ الزاماً انکے مذہب کی حقیقت بھی دکھلائی ہے آپ کی کثرت ازواج پر مخالف کی نکتہ چینیوں کا معقول جواب دیکر آپ کے دامنِ تقدس کا تمام اعتراضات سے پاک ہونا اچھی طرح دکھلایا ہے۔ انکے جھوٹے حوالہ کتب پر بھی تنقید کی ہے اور سب سے پہلے آریوں کی شرارتوں کا مدلل اور اقراری ثبوت دیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء

مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند از دہلی لکھتے ہیں:-
میں نے کتاب "مقدس رسول" کا بعض جگہ سے مطالعہ کیا۔ یہ کتاب رنگیلے رسول کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کی خوبی محض اتنی ہی بات سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس کتاب کو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے تصنیف کیا ہے۔ مولانا موصوف نے مذاہب باطلہ کے مقابلہ میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ کی ذات گرامی کے ساتھ اس کی نسبت اس امر کے لئے کافی ضمانت ہے کہ یہ کتاب رنگیلے رسول کا مکمل جواب ہے۔ آقائے کونین رسول الثقلین علیہ التحیہ والتسلیم کی مقدس زندگی پر نہائت محققانہ بحث کی ہے۔ رنگیلا رسول کے مصنف کی تدلیسات وتلبیسات کا اس خوبی سے انکشاف کیا ہے کہ اس کی خیانت کو

بالکل طشت از بام کر دیا ہے۔

ایک منصف مزاج اور صادق محقق کی نظر میں تمام شکوک و شبہات کے زہریلے جراثیم کیلئے یہ کتاب تریاق اکبر و اکسیر اعظم ہے۔ مجھے مسلمانوں کے مذہبی جذبہ سے کامل توقع ہے۔ کہ اس کتاب کی اشاعت میں پورا پورا حصہ لینگے۔ خدا تعالیٰ اس کتاب کو درجۂ قبولیت عطا کرے اور مولانا موصوف کیلئے باقیات الصالحات میں ایک مزید اضافہ فرمائے وھو حسبی ونعم الوکیل ؎

مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقی } نائب ناظم جمعیتہ العلماء ہند۔ فرماتے ہیں:۔ ایک مہاشہ جی نے "رنگیلا رسول" کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ جس میں ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (ارواحنا فداہ) کی پاکیزہ زندگی پر نہائیت ناپاک حملے کئے، اور تاجدار مدینہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ جس کو کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا، اور اس کتاب کی حمایت و اشاعت میں آریہ پریس نے اپنی پوری قوت صرف کر دی ؎

ضرورت تھی کہ ان بے سروپا الزامات کا نہائیت سنجیدہ جواب دیا جاتا۔ خدا کا شکر ہے جس نے اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کا اظہار فرمایا۔ اس حتمی ضرورت کو پورا فرمایا اور اس قلم سے جو گویا اسی غرض کے لئے مخلوق ہوا ہے یعنی امام المناظرین مولانا ابو الوفا محمد ثناء اللہ امرتسری سلمہ اللہ نے اس تہذیب سوز رسالہ کا جواب "مقدس رسول" تحریر فرمایا۔ ہم تمام مسلمان اس قلمی جہاد کے لئے مولانا کے شکر گذار ہیں ؎

واقعہ تو یوں ہے کہ مولانا موصوف نے "مقدس رسول" تالیف فرما کر چودہویں صدی میں اُس فرض کو پورا کیا ہے۔ جس کو عہد نبوت میں شاعر رسول اللہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ برسر منبر ہجاء مشرکین کے جواب میں ادا فرمایا کرتے

تھے۔ اور جس کے صلہ میں اَجِبْ وَ مَعَكَ رُوْحُ الْقُدُسِ کے معزز خطاب سے سرفراز فرمائے جاتے تھے +

رسالہ مقدس رسول کا متین طرز بیان اور مہذب پیرایہ ادا اس پر شاہد ہے کہ فریضۂ حسانی کی مماثلت نے مولانا ابو الوفاء کو بھی تائید روح القدس سے ہم آغوش کر دیا اور مولانا اس گستاخ سماجی کو مسکت جواب دینے میں کامیاب ہوئے + فلہ الحمد علےٰ ذٰلك كثيرا كثيرا +

مقدس رسول کے مطالعہ کرنیوالوں کو بداہتہً محسوس ہوگا کہ آقائے نامدار سیّدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جناب میں اس متعصب مہاشہ کی جانب سے جو گستاخیاں و بے ادبیاں روا رکھی گئیں اون کے رفع کرنے اور جواب دینے میں خود سرکار رسالت پناہی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقرر فرمودہ آئین دفاع سے سر مو تجاوز نہیں کیا گیا۔

مجیب نے مقام مناظرہ میں وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کی روشنی کو سامنے رکھا۔ اور جواب دیتے ہوئے لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا کو مشعل ہدایت قرار دیا۔ درحقیقت "رنگیلا رسول" جیسی ناپاک کتاب کا جواب "مقدس رسول" اپنی گوناگون خصوصیات کے لحاظ سے باطل پرستوں کے لئے ایک کھلی بصیرت ہے۔ لَوْ كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ۔ فللّٰہ درّ مؤلفہا اصاب ما شاء ناجاد وافاد وجازاہ عنا وعن المسلمین خیر جزاء +

تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ "مقدس رسول" میں آنحضور کی پاک زندگی کے پاکیزہ حالات پڑہیں۔ میری خواہش ہے کہ ہر ایک مسلم گھر میں کم از کم ایک ایک نسخہ "مقدس رسول" کا ضرور رہے +

جس جماعت نے "رنگیلا رسول" جیسی معیار اخلاق سے گری ہوئی کتاب شائع کر کے دنیا کے سامنے دیانتدی متانت کو بے نقاب پیش کیا ہے اُس کو بھی چاہیئے کہ مقدس رسول کا مطالعہ کرے۔ تاکہ اس کو معلوم ہو سکے کہ خدا کے

جس آخری اور برحق رسول کی معصوم زندگی پر انسانیت کو لرزا دینے والے حملے کئے گئے ہیں اس رسول کی ماننے والے چودہ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی باوجود انتہائی اشتعال کے کس طرح اپنے پاک مذہب کی شاندار روایات کو قائم رکھتے ہیں۔

وَحَسْبُکُمْ ھٰذَا التفاوتُ بینَنَا
وَکُلُّ اناءٍ بالذی فیہ یَنْضَحُ

جناب مولوی عبدالقیوم صاحب وکیل درجہ اول حیدرآباد دکن
رسالہ "مقدس رسول" پہونچا۔ اُسی وقت سے میں نے اسکا مطالعہ شروع کیا اور جبتک کہ میں نے اسکو ختم نہیں کیا کوئی کام نہیں کیا۔ ہر ہر فقرہ پر دل آپکو دعا دیتا ہے قدسی علیہ الرحمہ کا شعر ہے:

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ
من نیز حاضر می شوم تصویر جاناں در بغل

آپنے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو تصویر معنوی وظاہری صحیح اس رسالہ میں کھینچی ہے خدا کرے کہ بروز قیامت آپ کیواسطے اس شعر کا مصداق ہوجائے اور آپ کو خدائے تعالیٰ مدارج علیا عطا فرمائے۔

جناب مولوی محمد عثمان صاحب مبلغ انجمن اہلحدیث سکندرآباد دکن

الحمدُ للہ الرشید الہادی ذی المنۃ الکبریٰ علی العباد
وبعدُ فاعلم ذلک السفر الجلی لابی الوفاء الفاضل الحبر العلی
الناقدِ المتوقّدِ العریفِ الماہرِ المتبحرِ الغطریفِ
متمسّکٍ بصحیحِ خبرِ محمّدٍ کصنیعِ فضلاءِ الزمانِ مجدّدٍ
سمّاہ تبیانًا مقدس رسول وھذّبہ کتھذیب الفحول
مزّق شردھانند کلّ ممزّق وحرّق ما فی بابہ المغلق
للہ درُّ ابی الوفاءِ الفاضلِ یفصلُ بینَ الحقّ وبینَ الباطلِ
ابقاہ ربُّ الارض والسماءِ مِغلاقَ اھلِ الشرِّ والشحناءِ

تاالله لو نز مثله العیونُ | دامت له البرکات والشئونُ
نثنی علیک الخیر یا مولانا | ونشکرک المجهود یا اولنا
ونعوذ بالله من زمان | لم تکن فیه حیا یا ذا الشان
یا حامدُ ادعُ الله لا بی لوفا | دام له الثناءُ بخیر البقا
زندہ باشی یکصد و سی سال خوش | خضر صورت سید اہل حدیث

⁂ ⁂ ⁂

جناب مہاراجہ سرکشن پرشاد مدین السلطنت حیدرآباد دکن

"مقدس رسول" کو فقیر نے بالاستیعاب دیکھا - آریہ سماج نے "رنگیلا رسول" چھاپ کر جو اپنی تہذیب اخلاق کا نمونہ پیش کیا ہے وہ سماجی لٹریچر کی دل آزاری سخت کلامی کی خصوصیات میں ہے - اس سے آریہ کے بانی مبانی (سوامی دیانند) کی اخلاقی تعلیم پر دھبہ لگتا ہے - یہ فقیر نہیں سمجھتا کہ انکے پیرو اپنے بانی کی بدنامی کے کیوں در پے ہیں ؎

دشنام بمذہبے کہ جائز باشد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

آریہ سماج کی دریدہ دہنی اور سخت کلامی پر اہل اسلام نے جس صبر و سکوت سے کام لیا وہ حضرت رسول اکرم صلعم کی زبان لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاق کی پوری پوری تعمیل ہے - آپ نے "رنگیلا رسول" کا جواب جس تہذیب و متانت سے لکھا ہے وہ پیغمبر اسلام کے اخلاق کا اعلےٰ نمونہ ہے - آپ نے کذب و دروغ اور تعصب و عناد کے وہ پردے چاک کر دئیے جن کے پیچھے رنگیلے مہاشہ نے مقدس رسول کے پاک اور بے عیب زندگی کو پوشیدہ کرنا چاہا تھا - آپ نے واقعات کی تحقیق میں اپنی جس وسیع معلومات سے کام لیا ہے حق تو یہ ہے کہ یہ آپ ہی کا کام تھا - آپ نے اسلام کا وہ فرض ادا کیا ہے جس کی اشد

ضرورت تھی۔ بلکہ مسلمانوں پر احسان کیا ہے۔ جواب کی خوبی۔ تحریر کی متانت۔ اور بیان کی خوش اسلوبی بیان سے بالا ہے۔ آریہ صاحبوں کے بے جا حملوں کا جس قابلیت سے جواب دیا ہے۔ وہ قابل اطمینان ولائق امتنان ہو۔ فجزاک اللہ خیر الجزاء۔ حق تعالیٰ آپ کی اس اسلامی سعی کو مشکور اور کتاب مقدس رسول کو مقبول اور اہل اسلام کو اس سے بہرہ ور کرے اور آپ کی عزت و زندگی میں اضافہ کرے۔

معزز اسلامی اخباروں کی رائیں

"مقدس رسول" پر

معزز روزانہ زمیندار لاہور } ابو الوفا مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو غیر مسلموں کے مذہبی اعتراضات کے دندان شکن اور قاطع جواب دینے میں جو خاص شہرت حاصل ہے وہ محتاج تصریح نہیں۔ بلا خوف تردید یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ مولانائے ممدوح نے اسوقت تک عیسائیوں۔ آریوں اور دوسرے گمراہ فرقوں کے مقابلہ میں دین قیم کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں انکی سپاسگذاری کے گرانبہا فرض سے ہندوستان کے مسلمان کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ پچھلے دنوں ایک آریہ مہاشے نے "رنگیلا رسول" کے نام سے ایک سخت دل آزار کتاب شائع کی تھی۔ جس میں اس کائنات کے بزرگترین انسان یعنی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر نہایت رکیک کمینے اور نامہذب اعتراضات کئے گئے تھے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے "مقدس رسول" میں اس کتاب کا نہائت متین۔ معقول۔ محققانہ اور قاطع جواب دیا ہے اور سب سے

نمایاں اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ زیر جواب کتاب کے انداز تحریر کی شدید دل آزاری کے باوجود مولانائے ممدوح نے جَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ کے رشتہ ملکوتیت ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور علماء کرام دیوبند کے قول کے مطابق "گندگی کا پاکیزگی سے اندھیری کا اجالے سے اور بدتمیزی کا سنجیدگی اور متانت" سے جواب دیا ہے "مقدس رسول" (۸۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن اس اجمال و اختصار کے باوجود ہر اعتراض کی نہایت عمدہ انداز اور دل آویز طریقہ سے تردید کی گئی ہے۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ اس کتاب کی مسلمانوں میں زیادہ اشاعت ہو۔ تاکہ وہ سماجیوں اور دوسرے مخالف فرقوں کے لغو، بیہودہ اور غیر معقول اعتراضات کی بے حقیقتی سے پورے طور پر واقف ہو جائیں۔ کتاب کی لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ (۲۲ جنوری ۱۹۲۵ء)

معزز روزانہ سیاست لاہور آریہ سماج کے ایک محجوب درویش مناظر نے کتاب "رنگیلا رسول" شائع کر کے جس رنگ میں مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا تھا اسکا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جن کو بدقسمتی سے اس کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اس کے جواب میں فاضل اجل۔ رئیس المناظرین۔ فخر المتکلمین مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب مدیر اہلحدیث نے مندرجہ بالا کتاب تحریر فرمائی ہے۔ مولانا کے لئے یہ عجیب سعادت کی بات ہے کہ اگر سوامی دیانندجی بانی آریہ سماج نے اپنی "ستیارتھ پرکاش" میں بقول شریمان لالہ لاجپت رائے سنی سنائی باتوں پر بھروسہ کر کے اسلام پر ۱۵۹ اعتراضات کئے۔ تو اسکا جواب بھی سب سے پہلے[1] مولانا ممدوح ہی نے تحریر فرمایا۔ اس کے بعد سابق دہریاں حال پھروہی غازی محمود صاحب بی اے نے اگر ترک اسلام۔ نخل اسلام۔ تہذیب[1] اسلام۔ وغیرہ کتابیں لکھیں تو ان کے جواب میں بھی سب سے پہلے مولانا نے ہی اشہب قلم کی جولانی دکھائی۔ اسی لئے قدرتی بات تھی کہ "رنگیلا رسول" کا جواب بھی سب سے اول آپ ہی تصنیف

[1] بلکہ کسی اور نے نہیں دیا۔ (مصنف)

فرماتے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - جیسی کہ توقع تھی - آپ نے جواب لکھا - کتاب کی عمدگی کی نسبت اتنا ہی کہدینا کافی ہوگا - کہ اس کے مصنف مولانا ثناء اللہ صاحب ہیں - ہندوستان کے نامور علماء نے اس لاجواب کتاب پر نہایت اچھی تقریظات تحریر فرمائی ہیں - علماء و فضلا جس رسالہ نافعہ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہوں - اس کے متعلق ہمارا کچھ تحریر کرنا غالباً گستاخی پر محمول ہوگا - ہم ہر اسلامی انجمن سے پُرزور سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس مفید کتاب کی حسب توفیق کاپیاں خرید کر تبلیغی حلقوں میں تقسیم کرے - علاوہ ازیں ہر خواندہ مسلمان کو چاہیئے کہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرے -

(۱۱ - اکتوبر ۱۹۲۴ء)

معزز سلطان الاخبار بمبئی } **مقدس رسول** } اس کے مصنف مولوی ثناء اللہ صاحب مدیر اخبار اہلحدیث امرتسر ہیں - یہ کتاب آریوں کی کتاب "رنگیلا رسول" (جس میں رسول عربی کی شان میں توہین آمیز کلمے استعمال کئے گئے ہیں) کے جواب میں لکھی گئی ہے - واقعی مصنف موصوف نے "رنگیلا رسول" کا جواب نہایت پاکیزگی کے ساتھ دیا ہے -

(۲۸ صفر ۱۳۴۳ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۴ء)

معزز مسلم راجپوت امرتسر } "رنگیلا رسول" اور "وچتر جیون" آریہ سماج کی تہذیب و اخلاق کا بہترین نمونہ ہیں ان میں پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) پر نہایت ناپاک اور ناواجب اور لغو حملے کئے گئے ہیں - مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے ان دونوں کتابوں کا جواب "مقدس رسول" میں دیا ہے - جو حال ہی میں چھپ کر شائع ہوئی ہے - مولوی صاحب کو آریوں کے لٹریچر پر کامل عبور ہے - اور "رنگیلا رسول" کا جواب اُنہوں نے دندان شکن واقعات و دلائل سے دیا ہے - ہمارے علم میں یہ پہلا جواب ہے - جو علمائے ہند کی طرف سے "رنگیلا رسول" کے مؤلف کی شقاوت

قلبی کا دیا گیا ہے - اور نہائت مہذب پیرایہ میں دیا گیا ہے - کتاب کا حجم ۸۰ صفحہ علاوہ سرورق - لکھائی چھپائی کاغذ دیدہ زیب - (یکم اکتوبر ۱۹۲۴ء)

معزز عالمگیر امرتسر } رسول مقبول فداہ روحی کی نسبت "رنگیلا رسول" (اردو) اور دیگر جیون دناگری کے مصنف نے جس بداخلاقی اور یاوہ گوئی کا ثبوت دیا ہے - اس نے مسلمانوں کے دلوں کو پاش پاش کردیا ہے - رحمۃ للعالمین کی ذات پر اس قسم کے بیہودہ الزامات مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے لگائے ہیں - ورنہ رسول مقبول کے اخلاق حسنہ کی ایک دنیا قائل ہے - دوست تو دوست دشمنوں تک معترف ہیں کہ آپ کی ذات ستودہ صفات مجمع مکارم ومحاسن تھی اور آپ کے وجود باجود سے دنیا کی تہذیب وتمدن نے بیحد فیوض حاصل کئے - لیکن پنڈت کالیچرن نے آپ کی شان میں جو گستاخانہ رویہ اختیار کیا ہے اس سے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے - امرتسر کے مشہور مناظر مولانا ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہل حدیث نے ہردو کتب متذکرہ کے جواب میں "مقدس رسول" نامی ایک رسالہ شائع فرمایا ہے جس میں ان تمام اتہامات کا جواب دیا گیا ہے جو پنڈت کالیچرن وغیرہ نے آنحضورؐ پر لگائے ہیں - اس میں یہ خصوصیت ہے کہ مولانا موصوف نے پنڈت کالیچرن کی طرح کہیں بھی تہذیب واخلاق کو ہاتھ سے نہیں دیا - بلکہ ہر پہلو پر دلائل وحقائق کی روشنی میں بحث کی ہے - اس رسالہ کی اشاعت سے مولانا نے جہاں ان اعتراضات کے پرخچے اڑائے ہیں جو پنڈت کالیچرن وغیرہ نے جناب رسالت مآب پر کئے ہیں وہاں آریہ تہذیب اور اسلامی تہذیب کا علمی مقابلہ کرکے دکھا دیا ہے - اور بیہودہ لوگوں کا جواب متانت وسنجیدگی سے دیکر آریہ سماج کے سامنے ایک قابل اتباع نمونہ پیش کردیا ہے - بہرحال یہ رسالہ محققین کے لئے ایک نہائت مفید تحفہ ہے جو اپنی باطنی خوبیوں کے

ساتھ ظاہری حسن سے بھی مالا مال ہے + (۱۰ اکتوبر ۱۹۲۴ء)

معزز روزانہ وکیل امرتسر } مقدس رسول - اس نام کا ایک رسالہ (مولوی فاضل) حضرت مولانا ابوالوفا ثناءاللہ صاحب امرتسری نے آریہ سماجیوں کے رسالہ "رنگیلا رسول" کے جواب میں تصنیف فرمایا ہے - آپ کو فن مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل ہے - مخالفین اسلام کا کوئی ایسا حملہ نہیں جسکا جواب مولانا ممدوح کی جانب سے نہ دیا گیا ہو - اور جواب بھی بحید مسکت اور دندان شکن - جس قدر "رنگیلا رسول" اشتعال انگیز فحش اور دائرہ تہذیب سے خارج ہے - اسی قدر "مقدس رسول" انتہائی تحمل متانت اور شائستگی کو لئے ہوئے ہے - ہم مصور فطرت حضرت خواجہ نظامی دہلوی کی اس رائے سے متفق ہیں کہ مستطیع مسلمانوں کو اس رسالے کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہئیں +

رسالہ معنوی خوبیوں کے علاوہ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے یعنی کاغذ - لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی کچھ کم قابل تحسین نہیں (۲ ستمبر ۱۹۲۴ء)

معزز وطن لاہور } "مقدس رسول" مصنفہ مولوی فاضل حضرت مولانا ابوالوفا ثناءاللہ صاحب امرتسری پر بالفاظ ذیل ہمعصر وکیل نے جو تبصرہ کیا ہے - اس سے وطن کو بھی پورا اتفاق ہے - یہ رسالہ آریہ سماجیوں کے رسالہ رنگیلا رسول کے جواب میں تصنیف کیا گیا ہے - آپ کو فن مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل ہے - مخالفین اسلام کا کوئی ایسا حملہ نہیں جسکا جواب مولانا ممدوح کی جانب سے نہ دیا گیا ہو اور جواب بھی بحید مسکت اور دندان شکن - جسقدر رنگیلا رسول اشتعال انگیز فحش اور دائرہ تہذیب سے خارج ہے اسی قدر مقدس رسول انتہائی تحمل - متانت اور شائستگی کو لئے ہوئے ہے - ہم مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کی اس رائے سے متفق ہیں کہ مستطیع مسلمانوں کو اس رسالہ کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہئیں رسالہ معنوی خوبیوں کے علاوہ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے یعنی کاغذ لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی کچھ کم قابل تحسین نہیں - (۱۰ اکتوبر ۱۹۲۴ء)

معززالمسلم بنگلور } "مقدس رسولؐ کا بول بالا۔ وہ جس نے دنیا کی تاریکی مٹائی۔ وہ جس نے بنی آدم کو ابدی عذاب سے نجات دلائی۔

"مقدس رسولؐ" عالیجناب فضیلت وکرمت انتساب، مولوی فاضل سردار اہلحدیث، علامہ حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری ایڈیٹر اخبار اہل حدیث کی جدید تصنیف ہے۔ یہ کتاب آریہ سماجیوں کے پلید رسالہ "رنگیلا رسول" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ جس کے مصنف نے نہ صرف اپنے نام پر پردہ ڈالنے کی شرمناک جرأت کی ہے۔ بلکہ حضور انور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (روحی فداہ) کے تعددِ ازدواج پر اٹکل پچو اعتراضات کرتے ہوئے دل آزاری۔ بد دیانتی اور بدزبانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔

حضرت مولانا نے جس متانت۔ لینت۔ اور سنجیدگی سے "رنگیلا رسول" کے پردۂ اکاذیب واباطیل کو جس کے نیچے اس کے مصنف نے پیغمبر اسلام کی پاک اور آئینے کی مانند چمکنے والی زندگی کو چھپانا چاہا تھا۔ تار تار کیا ہے۔ وہ اسلامی لٹریچر کی خصوصیات نرم کلامی کا بدیہی نمونہ ھی اس کے دیکھنے سے یقیناً آریہ سماجیوں کی آنکھوں کو تارے دکھائی دینگے اور زمین پاؤں کے نیچے سے سرک جائیگی اور پھر وہ کبھی بھی اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں زہر اُگل کر اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالینگے۔ اس کتاب میں ام المؤمنین حضرت زینب رضؓ کے نکاح کے متعلق تنگ نظر و کوتاہ فہم جماعتوں میں سالہا سال سے جو بے اصل اور بے بنیاد کہانیاں چلی آتی ہیں۔ اُن کی ثبوت اس طرز سے ثابت کی گئی ہے جس سے بڑھکر تحقیق و تدقیق کی مثال نہیں مل سکتی۔ جہاں کہیں حضرت زینبؓ کے نکاح کا ذکر آیا ہے وہاں بڑی بڑی معتبر کتب تواریخ کے حوالے سے دشمنانِ اسلام

کے ہتکھنڈوں کی اچھی طرح قلعی کھول گئی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آئندہ کسی مخالف کو ایسے پوچ اور لچر اعتراضات کرنے کی جرأت نہ پڑیگی۔ کیونکہ یہ ام المؤمنین کی سوانح کی ایک بے مثال تاریخ ہے۔ اور دشمنانِ اسلام کے بے جا حملوں کی تحقیق و تدقیق سے بھری ہوئی مدافعت۔

اس کتاب کے شروع میں ہر فرقہ کے علماء کرام کی تقریظیں درج ہیں تمام کے تمام اس بات پر متفق ہیں کہ ہندوستان کے کل مسلمان۔ کیا مرد۔ کیا عورت کیا جوان۔ کیا بوڑھے۔ سب اس کو نعمت غیر مترقبہ جانکر خریدیں اور پڑھیں۔ اور ہم مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کی اس رائے سے متفق ہیں کہ مستطیع مسلمانوں کو اس کتاب کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہئیں۔

یہ کتاب معنوی خوبیوں کے علاوہ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے۔ یعنی لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ کاغذ اعلےٰ ÷

(۲۵ راکتوبر ۱۹۲۴ء)

حامی آریہ دھرم پرکاش لاہور } "مقدس رسول" ایک کتاب کا نام ہے۔ جو امرتسر کے مشہور مناظر مولوی ثناء اللہ صاحب نے "رنگیلا رسول" کے جواب میں لکھی ہے۔ ہاں وہی "رنگیلا رسول" جس کے خلاف مسلمان اخبارات نے اس قدر شور مچایا ہے کہ آخرکار گورنمنٹ کو اس کے پبلشر کے خلاف مقدمہ دائر کرنا پڑا۔ ہم مولوی صاحب کی اس تصنیف کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ یہ ہے مذہبی میدان میں جوہر طبیعت دکھانے کا اصلی ڈھنگ۔ یہ ہے اسلام کو دیگر مذاہب کے خلاف سچا ثابت کرنے کا طریقہ ÷ (۷۔ اسوج۔ ۲۲ ستمبر ۱۹۲۴ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مصنف کی دعا

اے خدا! اے آسمان و زمین کے مالک! اے خالق ارض و سما! اے ذوالانتقام قدوس خدا۔ اے سچوں کے حامی اور ناصر غیور خدا! تیرے قابل عزت مقدس رسول کی توہین اور سخت ہتک ہو رہی ہے تو اپنی رحمت سے پردہ پوشی کر رہا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آخر کار تو اپنے پیاروں کی مدد اور عزت ظاہر کریگا جیسی تو ہمیشہ کرتا آیا ہے اور جیسا تیرا وعدہ ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اے قادر و توانا خدا! ہمارا ایمان ہے کہ اصل مدد اور نصرت وہی ہے جو تو کریگا۔ ہم ناتوان ضعیف البنیان ہیں تو جانتا ہے کہ ہم کمزوروں سے یہی ہو سکتا ہے کہ ہم قلم اٹھائیں وہ بھی تیری ہی مدد سے۔ جواب لکھیں وہ بھی تیرے سمجھانے سے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِکَ۔

پس ہماری دعا ہے کہ تو اس مقدس کام میں ہماری مدد کر اور اس حقیر کی خدمت کو قبول فرما اور اپنی مخلوق کو اس سے فائدہ پہنچا کر گمراہی سے بچا۔
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

داعی خادم دین اللہ ابوالوفاء ثناء اللہ	طبع دوم	امرتسر ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ جون ۱۹۲۵ء

(دیباچہ)

پہلے مجھے دیکھئے

آریوں کی دل آزار تحریر و تقریر سنکر لوگ حیران ہیں کہ یہہ لوگ مذہبی گفتگو میں کیوں اس قدر تیز مزاجی اور سخت کلامی کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح باپ کا اثر بچے کی جسمانی حالت پر ہوتا ہے اسی طرح استاد، گرو، اور پتر، او پیر کا اثر اخلاق اور روحانیت پر ہوتا ہے سوامی دیانند نے کتاب ستیارتھ پرکاش وغیرہ میں جو روش اختیار کی ہے اس کے دو تین نمونے ہم بتاتے ہیں۔ ناظرین خصوصًا غیر جانبدار ناظرین غور سے پڑھیں:۔

قرآن مجید کی تردید میں سوامی جی نے اپنی کتاب ستیارتھ میں ایک باب خاص لکھا ہے جس میں بِسۡمِ اللّٰہ سے لیکر وَالنَّاس تک اعتراض کرتے گئے ہیں۔ ان اعتراضوں کے ضمن میں حضور سید الانبیاء علیہ السلام بلکہ خود خدا کا خاص الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

(۱) واہ واہ دیکھو جی مسلمانوں کا خدا شعبدہ بازوں کی طرح کھیل رہا ہے

(۲) واہ جی محمد صاحب! آپ نے تو گو کلئے گو سائیوں کی ہمسری کر لی۔

(۳) ثابت ہوتا ہے کہ محمد صاحب بڑے شہوت پرست تھے۔

(معاذ اللہ)

(ستیارتھ پرکاش باب ۱۴۔ نمبر ۴۳ - ۸۶ - ۱۲۷)

سوامی جی کی سخت کلامی مسلمہ ہے یہاں تک کہ اُن کے سوانح نویس چیلوں کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ ان کی سوانح عمری کلاں کے دیباچہ میں لکھا ہے

ایک روز اثناء وکھیان (تقریر) میں شری سوامی (دیانند) جی مہاراج پورانوں کی اسمبھو (ناممکن) باتوں کا کھنڈن (رد) کرتے کرتے انکی اخلاقی تعلیم کا کھنڈن کرنے لگے۔ اسوقت پادری سکاٹ۔ مسٹر ریڈ کلکٹر ضلع اور مسٹر ایڈورڈس صاحب کمشنر قسمت مع پندرہ بیس انگریز صاحبان رونق افروز تھے۔ سوامی جی پورانکوں کی پنچ کنواریوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک ایک وصف بیان کرنا شروع کئے اور پرانکوں (ہندوؤں) کی عقل پر افسوس کیا کہ دروپدی کو پانچ خصم کرا کے اسے کماری قرار دینا اور طرح کنتی تارا مندوری وغیرہ کو کماری کہنا پورانکوں کی اخلاقی تعلیم کو ناقص ثابت کرتا ہے۔ سوامی جی کا طرز بیان ایسا پر مذاق تھا کہ سامعین تھکنے کا نام نہیں جانتے تھے۔ اسپر صاحب کلکٹر اور صاحب کمشنر وغیرہ انگریز ہنستے اور خوشی کا اظہار کرتے رہے لیکن اس مضمون کو ختم کرکے سوامی جی مہاراج بولے پورانیوں کی تو یہ لیلا ہے۔ اب کرانیوں کی لیلا سنو۔ یہ ایسے بھرشٹ (ناپاک) ہیں کہ کماری کے بیٹا پیدا ہونا بتلاتے ہیں اور پھر دوش (گناہ) سروگیہ شدھ سوروپ پرماتما (بے عیب خدا) پر لگاتے ہیں اور ایسا گھور پاپ کرتے ہوئے تنک بھی لجت نہیں ہوتے۔ اتنا کہنا ہی تھا کہ صاحب کلکٹر اور صاحب کمشنر کے چہرے مارے غصہ کے سرخ ہوگئے۔ لیکن سوامی جی نے وکھیان اسی زور شور سے جاری رکھا۔ اس روز عیسائی مت کا ویاکھیان کے خاتمے تک کھنڈن کرتے رہے۔ دوسرے روز صبح کو ہی خزانچی لکشمی نارائن کی صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی پر طلبی ہوئی۔ صاحب بہادر نے فرمایا کہ اپنے پنڈت صاحب کو کہدو کہ بہت سختی سے کام نہ لیا کریں۔ ہم عیسائی لوگ تو مہذب ہیں۔ ہم تو بحث مباحثہ میں سختی سے نہیں گھبراتے لیکن اگر جاہل ہندو اور مسلمان برافروختہ ہوئے تو تمہارے سوامی پنڈت کے ویاکھیان

بند ہو جائینگے"

(سوانح عمری کلاں دیباچہ صفحہ ۶)

اس لئے آریہ سماجی آجکل جو کچھ تیز کلامی کرتے ہیں وہ سوامی کی زہریلی تعلیم کے اثر سے کرتے ہیں۔ کیوں ؟ سے

ما مریدان رو بسوئے صلح چوں آریم چوں   رو بسوئے فتنہ و پیکار دارد پیر ما

سوامی جی کی تیز مزاجی اور تلخ کلامی کی کڑواہٹ ہم مسلمانوں ہی کو محسوس نہیں ہوئی بلکہ ہندوستان کے مقبولہ لیڈر صوفی مشرب مرنج و مرنجاں کے نمونہ مہاتما گاندھی نے بھی سوامی دیانند کی کتاب (ستیارتھ پرکاش) کی نسبت لکھا ہے:۔

سوامی دیانند نے اسلام اور دیگر مذاہب کی غلط تصویر دکھائی ہے۔ ان کی کتاب ستیارتھ پرکاش بڑی مایوس کن ہے" (ینگ انڈیا ۲۹ مئی ۱۹۲۴ء ترجمہ ماخوذ از آریہ اخبار پرتاپ لاہور مورخہ ۴ جون ۱۹۲۴ء)

سوامی دیانند کے علاوہ گاندھی جی نے موجودہ آریوں کی نسبت بھی اظہار رائے فرمایا کہ "آریہ سماجی تنگ نظری اور لڑائی کی عادت کی وجہ سے یا تو دیگر مذاہب کے لوگوں سے لڑتے رہتے ہیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں" (پرتاپ ۴ جون)

بس پھر کیا تھا جو دعویٰ گاندھی جی نے زبانی کیا تھا آریوں نے اسکی دلیل بیان کر دی یعنی سماج کی چاروں طرف سے مہاتما گاندھی پر آوازے کسے گئے ویدک دھرم سے جاہل مسلمانوں کا خوشامدی وغیرہ کہا گیا اسکے بعد ہندوستان کے ایک سر برآوردہ نیم سرکاری انگریزی اخبار پانیر میں ایک نوٹ نکلا جسکا ترجمہ یہ ہے مسٹر گاندھی اور آریہ سماج کے باہمی اختلاف کا حوالہ دیتے ہوئے ٹائمز آف انڈیا رقمطراز ہے کہ مسٹر گاندھی نے یہ ایک عام سچی بات کہی ہے کہ آریہ سماجی اس قومی مخاصمت کے جواب ملک میں پھیل رہی ہے بڑی حد تک ذمہ وار ہیں اور اسنے دو ایک سماجیوں کے نام بھی لئے ہیں جنہوں نے اس تحریک میں رہنمائی کی ہی ہر ایک شخص یہ جانتا ہے کہ مسٹر گاندھی نے اپنے

اظہار میں اصلی معاملہ سے زائد نہیں کہا۔ جھگڑے کی بنا تحریک شدھی سے شروع ہوتی ہے جو سماجیوں نے یو۔پی (آگرہ وغیرہ) میں ایک سال کا عرصہ ہوا جاری کی تھی اور قریباً سب جھگڑوں میں جو دونوں قوموں کے درمیان ہوئے سماجیوں کے کارناموں کی کھوج ملتی ہے بعض سماجی مثلاً سوامی شردھانند کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کچھ نہیں کرتے بلکہ صرف ہندوؤں کی حالت کو مضبوط کرتے ہیں تاکہ ہندو اور مسلمان دونوں برابر کی حالت میں بیخوف رہیں۔ دوسروں نے علانیہ مسلمانوں کے خلاف تقریریں کیں۔ چاہے سماجی رہنماؤں کا مقصد مسلمانوں کو ڈرانا یا انکو محبت سے مطیع کرنا ہو مگر ایک معلوم ہے کہ انکی اس جدوجہد سے مسلمان سخت برانگیختہ ہوئے اور اس بات سے سماجی بھی مطلع ہیں مسٹر گاندھی کے بیان نے نکتہ چینیوں کا ایک طوفان برپا کر دیا ہے تمام ہندوستان میں سماجی مسٹر گاندھی کے خلاف بڑے زور سے احتجاج کر رہے گو انکا احتجاج بجا یا اور خلاف نہیں معلوم ہوا کیونکہ سماجی اور دیگر ہر ایک کو اس بات کا علم ہے کہ انکا تبلیغی کام مسلم حلقوں میں کس طرح دیکھا جاتا ہے "

(پائنیر الہ آباد۔ مورخہ ۲۳ رجون ۱۹۲۴ء)

جب اس پر بھی سماجیوں کا جوش و خروش ٹھنڈا نہ ہوا تو بحکم الٰہی

شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا

خود آریوں میں کا ایک معتبر گواہ پیدا کر دیا جسے جانا [illegible] کہ بہت بڑے لیڈر لالہ لاجپت رائے جی سے [illegible] ایک مضمون اپنے اخبار [illegible] لاہور میں شائع کرایا جس کا اقتباس یہ ہے:

"میں ۱۸۸۲ء کے نومبر میں آریہ سماج کا ممبر بنا اور ۱۹۱۴ء میں میں نے اپنا تعلق [illegible] کر لیا میں اپنے ۳۰ سال کے ذاتی تجربہ سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ مہاتما گاندھی نے آریہ سماجیوں پر جو نکتہ چینی کی ہے وہ انکی محبت پر دلالت کرتی ہے اسمیں بہت کچھ سچائی ہے۔ آریہ سماجیوں پر واجب ہے کہ بجائے خفگی کے [illegible] اس کریں کی شانتی اور ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں" (آریہ گزٹ لاہور [illegible] ۱۹۲۴ء)

لہ [illegible]

گاندھی جی نے غضب پر غضب یہ کیا کہ یہ بھی لکھ دیا کہ "اسلام جھوٹا نہیں ہے ہندوؤں
کو بھگتی کیساتھ اسکا مطالعہ کرنا چاہئے پھر وہ اسکے ساتھ محبت کرینگے جسطرح میں کرتا ہوں"
(ترجمہ ینگ انڈیا در پرتاپ ۴ جون ۱۹۲۴ء)

بس پھر کیا تھا آریوں نے گاندھی جی سے فرصت پاکر اسلام اور پیغمبر اسلام پر حملے شروع کر دیئے اُن حملوں میں سے ایک حملہ کتاب کی صورت میں یہ ہے جس کا نام ہے "رنگیلا رسول" اس کتاب میں حضرت سید الانبیا علیہم السلام کے خانگی حالات ایسے برے لہجے اور بد ترین دل آزاری سے لکھے ہیں کہ ملک میں دھوم مچ گئی۔ یہانتک کہ مہاتما گاندھی جیسے نرم مزاج اور حلیم سلیم بزرگ نے بھی اس کتاب پر اظہار نفرت فرمایا گورنمنٹ نے اس کتاب کو قابل اعتراض جانا۔ مگر چونکہ بزدل مصنف نے کتاب پر اپنا نام درج نہیں کیا تھا۔ اسلئے گورنمنٹ نے اس کتاب کے شائع کرنے والے پر مقدمہ چلایا[1] گورنمنٹ کا جو فرض تھا اُسے ادا کیا۔ اصل مضمون کا جواب دینا حکومت کا کام نہیں بلکہ ہم مسلمانوں کا ہے اسلئے جس طرح گورنمنٹ نے اپنا فرض ادا کیا ہے ہم بھی اپنا مذہبی فرض ادا کرتے ہیں یعنی جواب دیتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے زخمی دلوں پر مرہم لگ کر تسکین ہو اور ملک میں چین و راحت پیدا ہو۔

تعصب اور بیجا حمایت

باوجودیکہ کتاب مذکور اعلیٰ درجہ کی نا مہذب اور دل آزار ہے تاہم آریہ اخبار اسکی مدح سرائی میں اپنا سارا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ چنانچہ آریہ سماج کی حمایت کا واحد ٹھیکہ دار اخبار پرتاپ لاہور لکھتا ہے :-

"رنگیلا رسول پر فضول چیخ پکار" معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مسلمان دوست مہاتما گاندھی کو آریہ سماج کے خلاف کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایک نہایت بے ضرر کتاب "رنگیلا رسول" کے خلاف کہ جس میں حضرت محمد صاحب کی زندگی پر سرسری نظر ڈالی گئی ہے۔ مہاتما گاندھی سے اعلان نکلوایا ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اس کتاب "رنگیلا رسول" کا طرز تحریر ایسا شریفانہ اور معقول ہے کہ کسی بے تعصب شخص کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا"

(پرتاپ ۲۶ جون ۱۹۲۴ء صفحہ ۲)

[1] آج ۲۰ جولائی ۱۹۲۴ء تک اس مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہوا۔

اسلامی اخباروں نے رسالہ مذکور پر جب اظہار نفرت کیا تو اسی آریہ سماجی اخبار نے اس قسم کے تلخ رسالے لکھنے کی وجہ استحقاق بتائی کہ

اگر بدھ عیسیٰ - نانک اور دیانند پر نکتہ چینی کی جا سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ محمد اس سے بالاتر ہو - کوئی بھی ہندو یا آریہ حضرت کے متعلق کسی قسم کی بے ادبی اپنے ذہن میں نہیں لا سکتا۔ ہاں وہ اس اصول کے لئے لڑینگے کہ حضرت کی زندگی نکتہ چینی سے بالاتر نہیں مسلمانوں کا کوئی حق نہیں کہ جب کبھی غیر مسلم اس مضمون پر قلم اٹھائے تو وہ آپے سے باہر ہو کر اسے کچلنے کی کوشش کریں۔ (پرتاپ ۱۱ر جولائی ۱۹۲۴ء صفحہ ۲ - کالم ۲)

غالباً اسی اصول سے دیو سماجیوں نے لاہور سے دیانند جی کے حالات کی پوری تنقید کرنے کو چند ٹریکٹ (آریہ سماج کے بانی دیانند کی زندگی وغیرہ مصنفہ امر سنگھ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۱۶ء وغیرہ) شائع کئے تھے جس کا جواب آریوں سے نہ ہو سکا - یا ہم نے نہیں دیکھا ہمارا حق تھا کہ اسی اصول کے ماتحت ہم اُن میں سے نمونہ دکھاتے مگر ہم مجبور ہیں اُسی خدا کی تعلیم کی پابندی میں جسنے ہمیں فرعون جیسے دشمن کو تبلیغ کرتے ہوئے حکم دیا ہے۔

قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا

(تبلیغ دین میں سخت ترین دشمن کے سامنے بھی نرم کلام کیا کرو)

گفتگو آئین درویشی نہ بود ورنہ با تو ماجراہا داشتیم

اب ہم رنگیلے مصنف کا رویہ بتانے کو ایک مثال پیش کرتے ہیں جس سے اسکے حامیوں کو معلوم ہو سکے کہ مصنف مذکور نے حضور علیہ السلام کی زندگی کے حالات پر صرف نکتہ چینی نہیں کی بلکہ بکتہ آفرینی سے بھی کام لیا ہے جس سے آریوں (مصنف اور اسکے حامیوں) کی تہذیب اور انصاف کا حال معلوم ہو سکیگا - مہاشہ جی حضرت خدیجہؓ کے نکاح کی بابت لکھتے ہیں:۔

محمد بچپنے میں یتیم ہو گئے تھے بہت مدت تک ماں کی ممتا کا سکھ نہ دیکھا تھا - اس سن رسیدہ عورت (خدیجہ) سے بیاہ کر لینے سے دونو مرادیں (ماں اور بیوی کی) حاصل ہو گئیں۔ صفحہ ۱۱

ناظرین! ان مہذبوں کی تہذیب کا اندازہ لگائیں کہ کن دل شکن الفاظ میں آنحضرتؐ کی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ایک معنی سے آنحضرت کی ماں بتاتا ہے یہ ہے آرین تہذیب کا نمونہ

اور یہ ہی انکی حمایت حق کی مثال جسپر ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے ؎
بہت سے ہو چکے ہیں اگرچہ تم سے فتنہ گر پہلے
نہ پہونچا ہے نہ پہونچیگا تمہاری ظلم کیشی کو

سماجیو! تم تو اپنے منہ سے بڑی تہذیب کے دعویدار ہو اور کہا کرتے ہو کہ ہم وہی بات کہتے ہیں جو اسلامی کتابوں میں درج ہے کیا اس بیہودہ مثال کا ثبوت بھی تم کسی اسلامی کتاب میں دکھا سکتے ہو؟ تف اے چرخ گرداں تف۔

دوسرا رسالہ | رنگیلا رسول کے علاوہ اسی قسم کا زہریلا ایک رسالہ وچتر جیون مصنفہ پنڈت کالی چرن مالگری میں شائع ہوا جس کا ذکر بھی موقع بہ موقع ہو گا۔

مسلمانوں سے خطاب | برادران اسلام! آجکل جو کچھ کلمات ناشائستہ آپ لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شان والاشان میں سنتے ہیں اُنسے رنجیدہ خاطر ہونا لازمی ہے مگر ایک معنی سے یہ جا مسرت بھی ہیں۔ وہ یوں کہ مخالفوں کی بدزبانی اور دل آزاری سے قرآن مجید کی ایک پیشگوئی کی تصدیق ہوتی ہے۔ پس آپ غور سے سنئے ارشاد ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا (پارہ ۱۰، رکوع ۴) تم لوگ مخالفان اور منکران اسلام سے سخت سخت باتیں سنوگے۔

یعنی مخالفین اسلام تمہارے اور تمہارے مذہب کے حق میں سخت سی سخت بدگوئی کرینگے جو تم ہمیشہ سنوگے۔

یہ تو ہے پیشگوئی مگر تم مسلمانوں کا اس وقت فرض کیا ہو گا وہ بھی سن لو۔

وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (پارہ ۱۰ ع ۴) اگر تم مسلمان انکی سخت کلامی سنکر صبر کروگے اور خدا سے ڈرتے رہوگے تو یہ خدا کے نزدیک بڑا کام ہے۔

پس برادران اسلام! آپ لوگوں کو جو ایسی سخت کلامی سے رنج ہوتا ہے تو اس رنج میں اس خدائی حکم کو اپنا نصب العین بنا لیا کرو اور سخت کلامی کرنے والوں کو خدائے ذوالانتقام کے حوالہ کر دیا کرو۔ سچ تو یہ ہے ؎

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

آریہ مصنف کا طرز کلام | جب سوامی دیانند نے اپنوں کو درشت کلامی اور دل آزاری کی گھٹی دی ہے آریہ سماجی اُسی کا اثر ہیں رنگے گئے ہیں خاصکر ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان والاشان میں انکی یہ حالت ہے کہ صرف مفرد کے صیغے سے یاد کرتے ہیں۔ مثلاً محمد آیا، محمد گیا، محمد بولا وغیرہ۔ حالانکہ کسی

ادنیٰ راجہ نواب بلکہ کسی سماج کے پردھان کا ذکر بھی عزت سے کرتے ہیں۔ لیکن کروڑہا بلکہ شروع سے آجتک اربہا انسانوں کے معزز ترین عزیز از جان مذہبی پیشوا کا نام ایسے الفاظ سے لیتے ہیں کہ سنا نہیں جاتا۔ اس کے جواب میں اگر ہم بھی ان کے گرو کو محض دیانند کے مفرد لفظ سے یاد کرتے تو ہم پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ لیکن ہم نے نہ کبھی پہلے ایسا کیا ہے اور نہ اس جواب میں کرینگے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہم جس رسول سید البشر کی وجہ سے خفا ہیں اسی کی تعلیم ہے کہ

"اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ" (الحدیث) ہر انسان سے اسکی عزت کے لائق برتاؤ کیا کرو"

یعنی جو کسی قوم کا بڑا ہے اس کے ساتھ بڑوں کا سا سلوک کیا کرو۔ آریہ سماجی اگر اس اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کرتے تو وہ اس کے ذمہ وار ہیں ہم کیوں اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کریں۔

محمدؐ اور سوامی پس آئندہ کو ہم اس اعلیٰ معلم الاخلاق مصلح اعظم پیغمبر اسلام علیہ السلام کی تعلیم کی پابندی میں دیانند کو صرف دیانند نہیں لکھیں گے بلکہ اپنے دستور کے موافق انکے معزز لقب سے سوامی دیانند لکھیں گے تاکہ ثابت ہو کہ اسلام کے پیروؤں نے دنیا میں اخلاقی تعلیم کس معراج کمال تک پہنچائی ہے (ارواحنا لہ الفداء)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ

آریوں میں طرزِ نکاح

رنگیلے مصنف کے سارے اعتراضات حضور علیہ السلام کی خانگی زندگی پر ہیں اسلئے سب سے مقدم آریوں اور اسلام کی تعلیم نکاح کو دیکھنا ہے کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے کون نہیں جانتا کہ اسلام میں نکاح کا یہی طریق ہے کہ مرد۔عورت کی مرضی سے دونوں کا معاہدہ کیا جاتا ہے کہ تم ایک دوسرے سے عمر بھر پاک نباہ کرنا۔اگر کوئی فریق (مرد ہو یا عورت، نکاح کرنے میں ناراض ہو تو نکاح نہ ہوگا۔برخلاف اس کے آریوں کے گرو کی تعلیم یہ ہے:۔

بیاہ کی آٹھ قسمیں بیاہ آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔ایک براہم۔دوسرا دیو۔تیسرا آرش چوتھا پرجاپت۔پانچواں اسر۔چھٹا گاندہرب۔ساتواں راکشش۔آٹھواں پشاچ ان بیاہوں کی یہ تفصیل ہے کہ (۱) دولھا دولہن دونو مکمل برھمچریہ سے پورے فاضل دانا ریک اور نیک سیرت ہوں۔انکا باہم رضامندی سے بیاہ ہونا براہم کہاتا ہے (۲) بھاری یگ کرنے میں یگ کا کام کرتے ہوئے داماد کو زیور پہنی ہوئی لڑکی کا دینا دیو (۳) دولھا سے کچھ لیکر وواہ ہونا آرش (۴) دونوں کا بیاہ دہرم کی ترقی کیلئے ہونا پرجاپت (۵) دولھا اور دولہن کو کچھ دیکر بیاہ کرنا آسُر (۶) بے قاعدہ بے موقع کسی وجہ سے دولھا دولہن کا با مرضی باہم میل جول ہونا گاندھرب (۷) لڑائی کرکے جبراً یعنی چھین جھپٹ یا فریب سے لڑکی کو حاصل کرنا راکشش (۸) خفتہ (سوئی ہوئی) یا شراب پی ہوئی پاگل لڑکی سے بالجبر ہمبستر ہونا پشاچ بیاہ کہلاتا ہے ان سب بیاہوں میں براہم بیاہ سب سے افضل۔دیو۔آرش اور پرجاپت متوسط آسر اور گاندھرب ادنےٰ۔راکشش مذموم اور پشاچ نہایت مکروہ ہے"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۰۔باب ۴۔نمبر ۱۴)

یہ الفاظ ہمنے اردو ستیارتھ پرکاش طبع اول سے نقل کئے ہیں۔طبع چہارم میں آریوں نے ایک کمال کیا ہے شروع میں یہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں:۔

"بیاہ (اولاد پیدا کرنے کا طریق) آٹھ قسم کا ہوتا ہے"
یہ زیادتی بھی ہیں مضر اور ان کو مفید نہیں بلکہ ہیں مفید ہے۔ اگرچہ سوامی جی نے نمبر ۷
اور نمبر (۸) کو مذموم اور نہایت مکروہ لکھا ہے لیکن اتنا تو مانا ہے کہ عقد نکاح ہو جاتا ہے۔
اور اولاد جو ان دو قسموں سے پیدا ہوگی جائز وارث کہلانے کی مستحق ہے۔
ناظرین! غور کیجئے کس قدر حیا سوز اور خطرناک تعلیم ہے کسی کی معصومہ لڑکی کو جبراً
یا فریب سے چھین کر یا دھوکہ فریب سے شراب پلا کر عقد نکاح کر لیں تو بشہادت سوامی
جی عقد جائز ہوگا گو مکروہ اور ناپسند کہا جائے لیکن بیوی بنا کر اس مظلومہ لڑکی کو رکھنے
کا حق تسلیم ہے اور اس سے پیدا شدہ اولاد جائز ہوگی (اُف سے ظلم!!!) (نمبر ۶ بھی خاص
قابل غور ہے جو بلا شبہ جائز ہے) آریوں کی خانگی زندگی کی ابتدا دکھا کر ہم اصل جواب پر آتے ہیں

تمہید جواب

رنگیلے مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پہلی پچیس سالہ زندگی کو بہر پہلو پاک
زندگی کہکر بھی ایک خفیہ سی چوٹ کی ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔
ہم اول اول ایک نظر محمد کے زمانۂ تجرد پر ڈالنا چاہتے ہیں کیونکہ دنیا میں ایسے بیہودہ
دماغ لوگ موجود ہیں خواہ مخواہ بھلے مانسوں کی عادات پر۔ اعمال پر اقوال پر شک کرتے ہیں
ہم محمد کو برہمچاری مانتے ہیں کیونکہ اُسنے اس بارے میں اپنی شہادت آپ دے رکھی ہے
ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:۔
ایک رات میں ایک قریشی لڑکے کے ساتھ ملکر ریوڑ چرا رہا تھا میں نے اس لڑکے سے کہا کہ اگر تو ریوڑ
کی پاسبانی کرے تو میں جاؤں اور جس شغل میں نوجوان رات کا وقت گزارتے ہیں میں بھی گزاروں
یہ کہکر محمد مکہ چلا گیا۔ مگر وہاں ایک شادی کی دعوت نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول
کر لی اور اسے نیند آ گئی۔
ایک اور رات وہ پھر اسی ارادے سے مکہ پہنچا۔ مگر بہشت کے نغموں نے اس کے

 جیسے آریہ سماجی۔

دل کو مسحور کر لیا۔ وہ وہیں بیٹھ گیا اور سوتے سوتے صبح کر دی۔
محمد کہتا ہے کہ ان دو واقعات کے بعد میرا دل برائی کی طرف نہیں بڑھا۔
(حیات محمدی مؤلفہ میور صاحب)

ہمیں محمد کے قول پر اعتبار ہے کیونکہ اسے "امین" کہا گیا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ اسکا دل گناہ کے شائبہ سے بری تھا دو ہی دفعہ اُسے شیطان نے گمراہ کیا مگر تائید غیبی شامل حال ہوئی اور ہمارا رنگیلا رسول اس چاہ گمراہی سے بال بال بچ گیا کم از کم اُس نے عملاً گناہ نہیں کیا" (صفحہ ۔)

اس بیان میں سر ولیم میور کے حوالہ میں مہاشہ نے سخت خیانت کی ہے پہلے ہم سر موصوف کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں۔ میور صاحب ایک سرخی مقرر کی ہے
"محمد کی باوقار و باتمکین و پرہیزگارانہ جوانی"
اس معزز عنوان کے نیچے انکی ساری عبارت پڑھئے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

All the authorities agree	(ترجمہ) (۱) جوانی کی عمر میں محمد صلعم
in ascribing to the youth	کے پاکیزہ اخلاق کی راستی اور
of Mohamet a correct-	عادات کی طہارت کے بیان کرنے میں جو
ness of department & purity	مکہ کے لوگوں میں نہایت کمیاب تھی
of manners, rare among	سب مصنف متفق ہیں (۲) انکی شرم
the people of Macca. (2) His	وحیا اعجازی طور پر بیان کی جاتی
modesty is said to have been	ہے (۳) پیغمبر صاحب صلعم سے
miraculously preserved (3)	ایک روایت یوں ہے کہ میں
"I was engaged one night"	ایک رات ایک قریشی لڑکے
(So runs a tradition from	کے ساتھ بکریوں کا گلہ چرا رہا
the prophet) "feeding the	تھا (۴) میں نے اس (لڑکے)
flocks in company with a	سے کہا۔ اگر تم میرے گلہ کی

lad of Coreish. (4) And I said to him, if thou wilt look after my flock, I will go into Macca & divert myself there, as youths are wont by night to divert themselves." (5) But no sooner had he reached the precincts of the city, than a marriage feast engaged his attention, & he fell asleep. (6) On another night, entering the town with the same intentions, he was arrested by heavenly strains of music, and sitting down, he slept till morning. (7) Thus he again escaped temptation; (8) And after this, added Mohamet, "I no more sought after vice; even until I had attained into the prophatic office."

حفاظت کرو تو میں مکہ میں جاکر اپنا دل بہلا آؤں جس طرح کہ نوعمر لڑکے رات کو اپنے دل بہلانے کے عادی ہیں - (۵) لیکن جونہی کہ آپ شہر کے حدود تک پہنچے تو ایک برات کی تقریب نے آپ کی توجہ کو اپنی طرف پھیر لیا اور آپ سو گئے (۶) پھر ایک اور رات کو آپ شہر میں اسی ارادے سے داخل ہوئے تو آپ پاک نغموں کی وجہ سے باز رکھے گئے - آپ نیچے بیٹھ گئے اور صبح تک سوئے رہے (۷) اس طرح پھر بھی آپ خواہش سے بچے رہے - (۸) اس کے بعد (محمد صلعم کا قول ہے) میں نے پھر کبھی بھی برائی کا قصد نہیں کیا - یہاں تک کہ میں منصب نبوت پر پہونچایا گیا

سر میور صاحب کی یہ انگریزی عبارت اور اس کا ترجمہ ہی حضور علیہ السلام کی پاک زندگی کا صاف صاف اعلان کر رہے ہیں تاہم دشمن کی دہان بندی کے لئے ہم اسکی مزید توضیح کرتے ہیں۔

عرب میں مجالس ہوتی تھیں۔ جیسے آجکل شائستہ ملکوں میں کلب ہوتے ہیں۔ لوگ رات کے وقت وہاں بیٹھ کر شعر و شاعری کرتے اور ملکی واقعات کا ذکر کیا کرتے تھے اس رسم کا ثبوت کتاب "بلوغ الارب فی احوال العرب" سے ملتا ہے۔ میور صاحب نے اس مقام پر خود تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ طبری کو دیکھیں تو اسکی جلد دوم میں یہ الفاظ ملتے ہیں

حتی ادخل مکۃ فاسمر بھا کما یسمر الشباب (صفحہ ۱۹۶)

یعنی حضور نے اُس اپنے ساتھی لڑکے کو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مکہ میں جاؤں اور اس طرح باتیں کروں اور حکایتیں سنوں جس طرح جوان لڑکے سنتے ہیں ۔

یہ الفاظ مدعا کو بالکل صاف کر رہے ہیں کہ مکہ میں جانے سے حضور کا کوئی برا ارادہ نہ تھا جیسا کہ مخالف نے اشارہ کیا ہی بلکہ ملکی رسم کے مطابق ایک معمولی کام تھا لیکن چونکہ حضورؐ کے اوقات گرامی شروع ہی سے ایسے معمولی کاموں میں صرف نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ رنگیلا مخالف بھی مانتا ہے :۔

"محمد تنہائی پسند آدمی تھا۔ خیالات کی دنیا میں مست رہتا۔ پہاڑوں میں صحراؤں میں ۔میدانوں میں نخلستان میں۔ خلوت کے گوشے میں جا بیٹھتا اور اپنے دل سے باتیں کیا کرتا تھا" (رنگیلا صفحہ ۱۲)

اس لئے حضور علیہ السلام نے اس معمولی کام کو بھی جو ملکی رسم کے مطابق ہر طرح جائز تھا بلکہ آجکل بھی لائبریریوں میں بصورت اخبار بینی مستحسن سمجھا جاتا ہی۔ اپنی شان عالی کے لحاظ سے ناپسند کر کے فرمایا۔

ما هممت بعدها بسوء (طبری)

یعنی بقول میور صاحب "میں نے پھر کبھی بھی (ایسے جائز) مکروہ کام کا قصد نہ کیا"

سماجیو! تمہارا رنگیلا مصنف سچ کہتا ہے؟

"محمد کی زندگی سبق خیز زندگی ہے۔ نصائح سے پر۔ عبرتوں سے لبریز واقعی رہنما ہے حقیقی معنوں میں رہنما ہے" (صفحہ ۶) سچ ہے۔

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں ۔ ان میں دو وصف ہیں یہ خوبھی ہیں خو وکام بھی ہیں

مجمل جواب

مہاشے مصنف کے سارے اعتراضوں اور گستاخیوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی بیویاں کیں اور اُن بیویوں میں آپ رنگ رلیاں کرتے یعنی بیویوں کے حسب منشاء خوش مزاجی سے زندگی گزارتے تھے۔ لطف یہ ہے کہ بڑے فخر سے وہ یہ بھی مانتا ہے

"محمد کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا۔ یہاں تو آریہ سماجیوں کو ماننا ہوگا کہ محمد نے شاستر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرد رہ کر گزارا۔ محمد برہمچاری تھا اور اس کا حق تھا کہ شادی کرے" (صفحہ ۷)

وہ یہ بھی مانتا ہے کہ

محمد برہمچاری تھا۔ اس نے پچیس برس کی عمر تک شادی نہیں کی اور عالم جوانی کے تموجات کے باوجود بدکاری سے بچا رہا" (صفحہ ۸)

مخالف کو یہ بھی تسلیم ہے

میعاد خانہ داری کے پچیس برس محمد ایک ہی بیوی پر قانع رہا اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھی اس بڑھیا سے اس جوان کی نبھ گئی۔

یہ بات محمد کی پاکیزہ خاطری پر دلالت کرتی ہے" (رنگیلا صفحہ ۱۸)

سچ ہے۔ الفضل ما شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ (فضیلت وہ ہے جسکا دشمن بھی معترف ہو)

باوجود اس اعتراف اور اقرار کے آریہ مصنف نے جو کچھ اعتراضات آنحضرت کی خانہ داری پر کئے ہیں وہ ایک اصولی غلطی کی بناء پر ہیں۔ اسلئے اس مجمل جواب میں ہم پہلے وہ اصول بتانا چاہتے ہیں جنکی پابندی کرنا ہر ایک دھرماتما بلکہ ہر ایک شریف آدمی کا فرض ہے۔

قدرتی اصول آریہ سماج اس اصول کو مانتی ہے کہ قانون قدرت خدا کا فعل ہے جو کام قانون قدرت کے مطابق ہو وہ قابل اعتراض نہیں اسپر اعتراض کرنا خود مورد اعتراض بنتا ہے پس اس اصول کے مطابق ہم دیکھتے اور آریہ سماج کو دکھاتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی خانگی زندگی بالکل قانون قدرت کے مطابق تھی۔ پس وہ غور سے سنیں

ہم انسان میں تین خواہشوں کا ثبوت دیکھتے ہیں۔ کھانے اور پینے کی خواہش جو پیدائش کے وقت سے موت تک شیر خوار نابالغ اور بوڑھے سب کو برابر ہے۔ انکے قدرتی ہونے میں کیا شک ہے؟ ہرگز نہیں۔

تیسری خواہش مرد۔ عورت کی ہے جو انسانوں کے علاوہ حیوانوں میں بھی برابر پائی جاتی ہے۔ بالغ ہونے پر نر کو مادہ کی اور مادہ کو نر کی طرف رغبت ہوتی ہے جو پہلی دونوں خواہشوں کی طرح بالکل قدرتی ہے۔ اسمیں بھی مثل سابق کسی انسانی فعل کو دخل نہیں۔ بغرض یہ تینوں خواہشیں برابر قدرتی ہیں۔ پہلی دو خواہشوں کو پورا کرنے کیلئے جس طرح انسان اخلاقی اور مذہبی اصول کے ماتحت مجاز ہے کہ اپنی کھانے پینے کی خواہشات کو پورا کرے یعنی اسکا مادہ سے ملاپ مثل حیوانات کے نہ ہو جو بالکل خود غرضی پر مبنی ہوتا ہے بلکہ تمدن کے صحیح اصولوں پر ہو جس سے فریقین کی زندگی پر کوئی غیر معمولی ناگوار اثر نہ پڑے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جہاں نکاح کا ذکر آتا ہے ایک جامع برکات لفظ ہوتا ہے جو سب خوبیوں کو شامل ہے۔ یعنی

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ

یعنی نکاح اس غرض سے کرو کہ تمدنی اصول کے ماتحت پاکیزہ زندگی گزرے نہ صرف شور گندم نکالنے کو۔ سوامی دیانند بھی اس اصول کے پابند نظر آتے ہیں جو باوجود اصول تمدن

کے مخالف ساری عمر مجرد رہنے کے نکاح کے تعلق سے رہنا انسانی طریق اور بے تعلق نکاح کے ملاپ کرنا حیوانی وضع بتاتے ہیں دستیا رتھ پرکاش باب ۴ فقرہ نمبر ۱۴۵)

جہانتک دیکھا جاتا ہے اصول تمدن کے ماننے والے سب متفق ہیں کہ انسانی خواہش نفسانی کے پورا کرنے اور نسل انسانی کے باقی رکھنے کو میاں بیوی کا تعلق بہت ضروری ہو چونکہ یہ تعلق خاص اُس تیسری خواہش کے پورا کرنیکے لئے ہے۔ اس لئے اُس خواہش کی جتنی بھی صورتیں ہونگی اُن سب کے پورا کرنے کا ذریعہ یہی ایک تعلق نکاح ہے جو شخص اپنی جملہ خواہشوں کو اسی ذریعہ سے پورا کریگا وہ متمدن (بھلا مانس) ہے اور جو اس کے سوا اور کسی ذریعہ کی تلاش کریگا۔ وہ مخالف اور راکھشس ہے۔ قرآنمجید میں اس جائز تعلق کے فوائد بتا کر اطلاع دی ہے۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ

یعنی جو لوگ اس تعلق نکاح کے علاوہ کسی ذریعہ سے حاجت روائی کریں گے وہی قانون قدرت سے متجاوز ہونگے۔

تفصیل تاکہ آئندہ چل کر جواب سمجھنے میں آسانی ہو مناسب ہے کہ تیسری خواہش کی ہم ذرا تفصیل کر دیں۔

کون نہیں جانتا کہ مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے کئی قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ پوری قضاء حاجت تو کسی سے مخفی نہیں۔ اس سے کم درجہ بھی ہوتی ہے جس کو صاف لفظوں میں بوس وکنار کہو یا کچھ اور کبھی یہ بھی نہیں محض دل لگی کی باتیں ہی ہوا کرتی ہیں کبھی ہمبستری میں محض ملاقات ہے۔ غرض کبھی کچھ کبھی کچھ یہ سب قسم کے تعلقات ایسے ہیں کہ ان میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں بلکہ سب انسان بلکہ جملہ حیوان بھی اسمیں شریک ہیں کبوتر کو دیکھئے کہ کبوتری کے سامنے کس محبت سے ناچتا ہی کس کس طرح اسکا دل بہلاتا ہی۔ مرغا جو عیالداری کنبہ پروری وغیرہ میں سب جانداروں سے انسان کے بہت مشابہ ہی کس طرح مرغی کے سامنے چھک کرتا اور اسکو خوش کرنیکی کوشش کرتا ہے ہ کیا کسی انسان کی تعلیم سے ہ نہیں بلکہ قدرتی تعلیم سے۔ یہی وجہ ہی کہ ہر ایک کبوتر اور ہر ایک مرغا۔ بلکہ ہر ایک چڑا

بلکہ ہر ایک نر اسی طرح اپنی مادہ سے دل بہلاتا ہے۔ یہ سب مظاہر قدرت ہیں۔ ان پر اعتراض کرنا قانون قدرت پر اعتراض کرنیکے برابر ہے جو کسی دہرئے کو بھی حوصلہ نہیں۔
اسی غرض کا نتیجہ ہے کہ عام طور پر لڑکی اور لڑکے کی عمر کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ مثلاً لڑکی ۱۲ سال کی ہو تو لڑکا ۱۶ سال کا یا لڑکی ۱۵ سال کی ہو تو لڑکا بیس کا مگر قانون قدرت ہمیں بتاتا ہے کہ جس طرح کھانے پینے میں من پسندی کو دخل ہے۔ اسمیں بھی فریقین کی من پسندی ہی ایک اصول صحیح ہے دیگر ہیچ۔ اسکو کسی نیچرل شاعر نے یوں لکھا ہے ؎

دل کے ملنے کا ڈھنگ اور ہی ہے
کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف

قرآن مجید نے اس قدرتی اصول کے ماتحت یہ فرمایا ہے

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ

(جن عورتوں کو تم پسند کرو۔ اُن سے نکاح کرو)

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مجمل جواب ہمارا کافی ہے۔ اب ہم مفصل جواب پر آتے ہیں۔

مفصل جواب

حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ کی شادی حضور علیہ السلام سے اسوقت ہوئی جبکہ حضورؐ کی عمر عین شباب (۲۵) سال کی تھی اور خدیجہؓ کی عمر چالیس سال۔ ایسی جوان عمر (۲۵ سال) میں کوئی نوجوان ایسی عمر رسیدہ عورت سے شادی کرنا پسند نہیں کرتا۔ رنگیلا مصنف یہاں تک مانتا ہے کہ

"ہم خدیجہ کو مائی خدیجہ کہیں گے کیونکہ اسکی عمر چالیس برس کی تھی جب وہ محمد کے حرم میں داخل ہوئی یا اگر حقیقت ہی اظہار ضروری ہو تو محمد اسکے حرم میں داخل ہوا (صفحہ ۹) آپ مائی کہیں تو آپکی سعادت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری تو مائی نہیں بلکہ ماں

ہے۔ مگر تم کو اعتراض کیا؟ ناظرین! اعتراض سنئے! رنگیلا مصنف کیا مزے لے لے لکھتا ہے:۔

"محمد نے (خدیجہ کو) تجارت کا حساب دیا اور اپنی اُجرت لیکر رخصت ہوا۔ اسکی شرمیلی آنکھیں۔ ضرورت سے کم گو زبان۔ قدرتی جمال۔ اس سے بڑھکر سوبا یا کا کھرا پن پھر بے تکلفی اور سادگی جو دل میں تھا وہی زبان پر جو زبان پر تھا وہی عمل پر بڑھیا (خدیجہ) پر یہ بیساختگی اثر کرگئی اُسنے (محمد کو) اپنی تنہا زندگی کا شریک بنانا چاہا" بندۂ خدا اتنی طول کلامی کی کیا حاجت تھی مختصر یہی کہدیا ہوتا ؎

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یا اگر فارسی شعر منہ پر نہ چڑھتا تو اردو شعر ہی لکھ دیا ہوتا ؎

حسیں ہو۔ مہ جبیں ہو۔ دل نشیں ہو لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

حضرت خدیجہ نے اگر اپنے لئے شریک تنہائی حسب نشا پسند کیا اور حضور علیہ السلام نے اُسکو شریک راز بنایا تو حسب تمہید مذکورہ آپ کو کیا سوال؟ ہاں ایک تاریخی واقعہ آپنے میور صاحب کی مصنفہ کتاب "حیات محمد" سے نقل کیا ہے گو وہ ہمارے کسی طرح مخالف نہیں مگر ہم اس کے متعلق بھی ناظرین کو اطلاع کرتے ہیں کہ یہ سب قصہ سرے سے غلط ہی وہ قصہ مہاشہ جی کے لفظوں میں یوں ہے۔ لکھتا ہے:۔

"خدیجہ کا باپ بھی زندہ تھا۔ اسکی طرف سے خدشہ تھا کہ وہ راستے میں روڑا ہوگا۔ اس اثنا میں خدیجہ نے ایک دعوت کی اور اس میں اپنے اور محمد کے خاندان والوں کو مدعو کیا۔ شراب کا دور چلنے لگا۔ خدیجہ کا باپ اس دور میں بہ گیا۔ حد سے زیادہ پی گیا بوڑھا تھا بہک اُٹھا یہی وہ موقعہ تھا جسکی سب کو تاک تھی۔ اسے شادی کے کپڑے پہنائے گئے اور خدیجہ کا نکاح ہوگیا اُسے ہوش آئی تو ہکا بکا رہ گیا۔ مگر پنچھی پنجرے سے نکل چکا تھا۔ بزرگوں کا سا تحمل اختیار کیا اور خاموش رہا۔ (حیات محمدی مولفہ میور صاحب) میور صاحب خود اس روایت کی نسبت واقدی کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہی اسکے علاوہ اسلام کے مشہور اور مستند مورخ بلکہ استاد المورخین امام ابن جریر طبری

نے اس روایت کی بادلیل یوں تکذیب کی ہے کہ:-

ان ابا ھا مات قبل الفجار (طبری جلد دوم صفحہ ۱۹۰)

یعنی حضرت خدیجہ کا باپ جنگ فجار سے بھی پہلے فوت ہو چکا تھا اور جنگ فجار اس نکاح سے پہلے کی ہے

گھر کا بھیدی سنو! تمہارے دوسرے بھائی پنڈت کالیچرن نے جو اسی مضمون پر ہندی میں "دچتر جیون" لکھا ہے۔ اسمیں لکھتا ہے کہ

"حضرت کی منظوری نکاح سنکر خدیجہ نے اپنا خادم اپنے چچا عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ مجلس میں آئے" (صفحہ ۱۴۴)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باپ کی موجودگی تمہارے بڑے بھائی کو بھی مسلم نہیں خدیجہ کے باپکے شراب پینے اور اس کے بیہوش ہونے سے نہ اسلام پر نہ نبی اسلام پر کوئی اعتراض ہے۔ اس لئے ہم اسکی مزید تردید میں جانیکی ضرورت نہیں جانتے۔ کیونکہ ہماری غرض حضور علیہ السلام سے مدافعت ہے کسی اور سے نہیں اور حضور کی نسبت تو مخالف مہاشہ کے قلم سے یہ الفاظ نکل گئے یا خدا نے نکلوا دئے کہ

"خدیجہ نے محمد کو مختار بنایا پچیس برس کے عرصہ میں جبتک وہ محمد کی بیوی بنکر زندہ رہی۔ محمد کو دوسری شادی کا خیال نہیں آیا"

آریہ شاستروں میں خانہ داری کی میعاد پچیس برس مقرر ہے یہ میعاد محمد نے نہایت پاکیزگی سے بسر کی۔ اسلئے ہم اسے آریہ خانہ دار کہہ سکتے ہیں" (رنگیلا صفحہ ۱۵)

آپ کی اتنی راست گوئی سے ہمیں امید ہے کہ اگر دیانتداری اور خدا خوفی سے حضور کی باقی زندگی پر غور کرینگے تو بجائے آریہ خانہ دار کے

"آریہ سردار"

کہینگے۔ انشاء اللہ ؎

راہ پر تم کو لے آئے ہیں ہم باتوں میں
اور کھلجاؤ گے دو چار ملاقاتوں میں

نتیجہ خدا کا شکر ہے کہ مخالف کی نگاہ میں بھی حضور کی پچاس سالہ عمر بے عیب بے داغ ہے۔ باقی بھی مخالف انصاف سے دیکھیں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا اینجاست

مہاشہ کے تین جھوٹ نکاح خدیجہ کے ماتحت رنگیلے مصنف نے تین واقعات ایسے جھوٹ لکھے ہیں جو کبھی معاف نہیں ہو سکتے۔

پہلا جھوٹ "محمد کو یقین ہو گیا کہ دنیا گمراہ ہو رہی ہے۔ اُسے اپنے ابنائے جنس کی حالت پر رونا آتا تھا۔ اُسکے دل میں گہرا درد تھا جو عربی زبان کے نہایت پُر اثر اشعار کی صورت میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہو رہا تھا۔ یہی قرآن کی پہلی آیتیں ہیں جو کسی نامعلوم سبب سے قرآن کے اخیر میں درج کیگئی ہیں ان میں تڑپ ہے تیزی ہے سچی طلب ہے۔ بیقرار آرزو ہے حقیقت کی تلاش ہے" (صفحہ ۱۳)

پراثر اشعار نہ آنحضرت نے کبھی بنائے نہ قرآن میں کوئی شعر درج ہے بلکہ شعر کی تردید ہے

مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ

(نہ ہم (خدا) نے اس نبی کو شعر بنانا سکھایا نہ اس کے لائق ہے)

دوسرا جھوٹ محمد کا اضطراب بڑھتا گیا اور تسلی کی کوئی صورت نہ دیکھکر آخر اُسے خیال ..... ہوا کہ خودکشی کر لینی چاہئے۔ آخر اس رونے دھونے کی زندگی سے فائدہ؟ یہاں خدیجہ کی عمر رسیدگی کام آئی کوئی نوجوان عورت ہوتی تو خاوند کو پاگل سمجھتی اور اسکا ساتھ چھوڑ دیتی۔ آپ ڈرتی اور اُسے ڈراتی۔ خدیجہ نے محمد کو ڈھارس بندھائی محمد کو شک تھا کہ مجھ پر جنون کا جادو ہے۔ یہ الہام نہیں۔ شیطان کی کرتوت ہے۔ خدیجہ نے جنون کا امتحان کیا اور محمد کو یقین دلایا کہ یہ فرشتے ہیں انکا پیغام درست ہے اور جب محمد نے کہا کہ یا تو وہ دنیا کو بدل دیگا یا اپنا ہی خاتمہ کر لیگا تو خدیجہ نے دنیا کے بدلنے کے ارادے کو تقویت دی اور خود اس نئے مذہب کی جسکی اشاعت کا محمد نے منصوبہ باندھا تھا سب سے پہلے پیرو ہوئی (قصص الانبیاء)

قصص الانبیاء میں یہ قصہ نہیں ہے۔ نہ جنون کا جادو۔ نہ شیطان کی کرتوت۔ بلکہ یہ سب حوالہ شیطانی القا کہیں تو بجا ہے۔ کوئی غیرتمند آریہ ہمکو قصص الانبیا میں یہ حوالہ دکھائے تو انعام لے

تیسرا جھوٹ "محمد کو الہام کے وقت سخت تکلیف ہوتی تھی۔ اس کے مُنہ سے

جھاگ آنے لگتی۔ جسم پسینہ پسینہ ہو جاتا۔ باہر کی سدھ بدھ نہ رہتی۔ بعض کا خیال ہے کہ مرگی کے دورے تھے۔ محمدؐ اُس وقت مریض ہو جاتا۔ خدیجہ اس کی خدمت کرتی۔ اسپر کپڑا ڈالتی۔ پانی کے چھینٹے دیتی۔ غرض یہ کہ اسے ہوش میں لاتی۔

بخاری باب الوحی" (رنگیلا صفحہ ۱۴)

بخاری میں یہ حوالہ نہیں جس میں مرگی کا ذکر ہو اور خدیجہ کے پانی وغیرہ ڈالنے کا ذکر ہو یہ سب آریہ مہاشہ کی ایمانداری کا ثبوت ہے۔

ہاں ان کذبات ثلثہ (تین جھوٹوں) کے سوا ایک سچ بھی اس کے قلم سے نکل گیا ہے (الکذوب قد یصدق)[1] لکھتا ہے۔

"عرب میں پاپ ہوتا تھا۔ نہایت خوفناک پاپ ہوتا تھا اور محمد کا دل نیکی کے خیالات سے لبریز ہو رہا تھا۔ عربی بت پرست تھے۔ اور اس نے کھلے میدانوں میں۔ ابر آسمانوں میں لامحدود دریچگانی میں کسی لامحدود طاقت کا احساس کیا تھا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ پرماتما ایک ہے اور اسکی کوئی شکل و صورت نہیں" (صفحہ ۱۳)

مہاشہ سجنو! یاد رکھنا آئندہ کو اسلام اور اہل اسلام پر یہ الزام نہ لگانا کہ خدا کو متشکل یا متجسم کہتے ہیں۔ ورنہ ہمیں حق ہو گا کہ ہم تمہیں یہ شعر سنائیں

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کرو گے
کیا وعدہ تمہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

مہاشہ کی مائی! حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حق میں رنگیلے مہاشہ نے ان لفظوں میں اظہار عقیدت کیا ہے:۔

اس لئے ہم خدیجہ کو مائی خدیجہ کہیں گے کہ وہ عمر میں عقل میں۔ دانش میں تجربہ و آزمودہ کاری میں مائی خدیجہ ہیں" (رنگیلا صفحہ ۱۶)

اس لئے ہم بھی آریوں اور مسلمانوں کی مائی (حضرت خدیجہ) کی دانشمندی۔ تجربہ کاری اور دوربین رائے کا اظہار کرتے ہیں جو موصوفہ نے آنحضرتؐ کے حق میں اُسوقت ظاہر کی تھی جس وقت (بقول مہاشہ کے) وہ اپنے خاوند کی ڈھارس بندھا رہی تھیں۔ اہل انصاف کے لئے وہ الفاظ قابل غور ہیں:۔

[1] جھوٹا بھی کبھی سچ بولا کرتا ہے۔

آنحضور نے خدیجہ کو کہا قال لقد خشیت علی نفسی فقالت خدیجۃ کلا واللہ لا یخزیك اللہ ابدا۔ انك لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔	مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ خدیجہ نے عرض کیا ہرگز آپ خوف نہ کریں۔ خدا آپ کو کبھی ذلیل نہ کریگا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لاوارثوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں بے کسبوں کو کسب پر لگاتے ہیں۔ مہانوں کی ضیافتیں کرتے ہیں اور مصیبتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری صفحہ ۲)

یہ ہے رائے مہاشہ کی مسلمہ مائی کی جسکا خلاصہ یہ شعر ہے ؎

غضب کے دلربا ہو غمگسار بیکساں تم ہو　　معینِ ناتواں ہو۔ میزبانِ میہماں تم ہو

مائی کے سپوتو! کیا کہتے ہو؟

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا وعن ابیھا

دوسرا حملہ مخالف نے حضرت صدیقہ کے نکاح پر کیا ہے۔ رنگیلے مصنف کے بڑے بھائی پنڈت کالی چرن بھی اپنے ہندی رسالہ "وچتر جیون" میں حضرت عائشہ رضی عنہا کے نکاح کے متعلق چند روایتیں بے سروپا لکھی ہیں جنہیں دیانت اور امانت کے خلاف عمل کیا ہے۔ چنانچہ اس نے بڑے طمطراق سے لکھا ہے۔

"جب آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو عائشہ سے نکاح کرنیکا پیغام دیا تو اس سے پہلے ابوبکر مطعم بن عدی سے عائشہ کی بابت وعدہ کرچکا تھا۔ مگر حضرت کی ضد کے مارے وعدہ پورا نہ کرسکا۔" (صفحہ ۱۴۰)

اس دعوے پر حوالہ دیا ہے روضۃ الاحباب صفحہ ایکسو اکیاون (۱۵۱) کا جو درحقیقت صفحہ ایکسو پانچ (۱۰۵) ہے ہم اس مقام کے اصل الفاظ کئے دیتے ہیں تاکہ باانصاف ناظرین ان مہاشہ جی کی امانت

اور دیانت پر مطلع ہو سکیں۔

فارسی

در خاطر صدیق خدشہ پیدا شد چہ مطعم بن عدی عائشہ را برائے پسر خود خطبہ نمودہ بود و ابوبکر قبول کردہ و باوے وعدہ درمیان داشت و ہرگز خلف وعدہ نہ کردہ بود بداں سبب خولہ را گفت تو ہمیں جا باش و خود بخانہ مطعم رفت۔ زن مطعم چوں ابوبکر را از دور دید گفت اے ابوبکر امید آں داری کہ پسر ما را از دین ما برگردانی و مسلمان سازی و دختر خود بوے دہی۔ ایں ہم نحو ابہر رسید۔ ابوبکر از مطعم پرسید تو ہمچنیں میگوئی گفت آرے۔ صدیق غنیمت دانستہ از انجا بخانۂ خویش بازگشت و خولہ را گفت پیغمبر را صلے اللہ علیہ وسلم بگوئی تا تشریف فرماید۔ خولہ آمد و آں سرور را از زبان ابوبکر بخواند۔ حضرت بخانۂ وے تشریف داد و عائشہ را نکاح کرد "

(جلد اول صفحہ ۱۰۵)

اردو

ابوبکر صدیق کے دل میں خدشہ ہوا کیونکہ انھوں نے مطعم بن عدی سے عائشہ کے نکاح کرنے کا وعدہ کیا تھا اور ابوبکر نے کبھی وعدہ خلافی نہ کی تھی۔ اس سبب سے خولہ (قاصدہ آنحضرت) کو ابوبکر نے کہا تو یہاں میرے گھر میں ٹھیر۔ میں آتا ہوں یہ کہکر ابوبکر مطعم کے گھر کو گئے۔ جب اُن کے گھر میں پہنچے تو اس کی بیوی نے ان کو دور سے دیکھکر کہا کیا تو اے ابوبکر اس امید سے میرے لڑکے کو لڑکی دینا چاہتا ہے کہ اس کو مسلمان کرلے یہ کبھی نہ ہوگا۔ ابوبکر نے مطعم کو پوچھا کہ کیا آپ بھی یہی کہتے ہیں اُسنے کہا ہاں میں بھی یہی کہتا ہوں (جب ان دونوں کی باتیں ایسی طعنہ آمیز ترش لہجہ میں سنیں تو) ابوبکر نے اسکو غنیمت جانا اور اپنے گھر میں آکر خولہ (قاصدہ) کو کہا کہ پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرکہ بغرض نکاح تشریف (لائیں) خولہ گئی اور ابوبکر کی طرف سے آنحضرت کو پیغام دیا حضور تشریف لائے اور عائشہ کیساتھ آپکا نکاح ہوگیا"

ناظرین! غور کیجیئے کہ ساری عبارت حضرت ابوبکر صدیق کی صفائی اور وعدہ وفائی کون نہیں جانتا کہ اس قسم کی گفتگو لڑکے والوں کی طرف سے رشتہ کا انکار ہوتا ہے نہ کہ مطالبہ

کا کیسا صاف لفظوں میں اظہار کر رہی ہے۔ مگر مخالف نے آدھی عبارت نقل کر کے اپنے ضمیر کو کیسا آلودہ کیا۔

اسی طرح مصنف وچتر جیون (رہتری) نے کیسا سفید جھوٹ لکھ دیا ہے کہ

"آنحضرت نے اپنی پیاری بیوی عائشہ کو ناچ دکھایا" صفحہ ۱۶

حالانکہ یہ ایسا غلط جھوٹ ہے کہ مصنف کو شرمانا چاہئے کہ ایک تعلیم یافتہ پارٹی (آریہ) کا قائمقام ہو کر ایسی غلط بیانی کرتا ہے تو بے علم لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں حبشہ کے فوجی لوگ فوجی کرتب کرتے تھے جس کو آجکل مصنوعی جنگ کہتے ہیں۔ ایسی مصنوعی جنگ کو دیکھنے کا شوق ہر ایک کو ہوتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ نے بھی شوق ظاہر کیا۔ حضورؐ نے مکان کی دیوار پر سے ان کو دکھایا۔ نہ وہ ناچ تھا کیونکہ ناچ ہندوستانی محاورے میں فاحشہ رنڈیوں کے گانے بجانے کو کہتے ہیں) نہ کوئی ناجائز کام تھا۔ ہاں اس کو ناچ کہنا آریہ مصنف کی بددیانتی اور مذہبی تعصب ہے جسکی شکایت انکے گرو سوامی دیانند کو بھی ایسے مذہبی متعصبوں سے ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش دیباچہ)

رنگیلے مصنف نے اس جملہ میں اپنا سارا زور اور ساری قوت دل آزاری میں خرچ کردی ہے۔ غور کیجئے کس رنگ آمیزی اور چرب زبانی سے لکھتا ہے:۔

"صنف نازک (عورت) کا پیار محمد کی فطرت میں تھا۔ یہ ان سے مردوں کے لئے اور خاصکر متقی اور پرہیزگار مردوں کے لئے ایک برکت خیال کرتا تھا اسکی رائے تھی کہ عورت کا عشق مرد کو نیکی کرنے کی ترغیب دیتا ہے مصیبت میں صابر بناتا ہے آفت میں استقلال بخشتا ہے۔ سینے کو ابھارے رکھتا ہے اور روح کو صیقل کرتا رہتا ہے" (رنگیلا صفحہ ۱۱۸)

کیا اعتراض ہے؟ ہم تمہید میں اسکا جواب دے آئے اور بتا آئے ہیں کہ عورت۔ مرد کا تعلق قدرتی ہے۔ جو کوئی اس قدرتی تعلق کو اچھی طرح نباہتا ہے وہی شریف اور خدا رسیدہ ہے جو نہیں نباہتا وہ شریر یا ر الکشش ہے۔ مہاشہ جی سنئے آپکے گرو نے ہمارے حضورؐ کی تقلید یا تائید میں اسی قسم کی تعلیم دی ہے۔ آپکو یاد نہو تو کان دھریئے!

عورتوں کی ہمیشہ | باپ - بھائی - خاوند اور دیور+ اِن دعورتوں کی عزت کریں اور
پوجا کرنی چاہئے | زیور وغیرہ سے خوش رکھیں جنکو بہت بستری کی خواہش ہووے
ایسا کریں ۵۵ ﴿۱﴾

جس گھر میں عورتوں کی عزت ہوتی ہے اس میں آدمی باعلم ہو کر دیو نام سے ملقب ہوتے اور راحت سے رہتے ہیں اور جس گھر میں عورتوں کی عزت نہیں ہوتی وہاں سب کام بگڑ جاتے ہیں ﴿۲﴾

جس گھر یا خاندان میں عورتیں غمگین ہو کر تکلیف پاتی ہیں وہ خاندان جلا تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور جس گھر یا خاندان میں عورتیں آنند سے پر حوصلہ اور خوشی سے بھری رہتی ہیں وہ خاندان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے ﴿۳﴾

اسلئے حشمت کی خواہش کرنے والے آدمیوں کو مناسب ہے کہ عزت اور ریتوہار کے موقع پر زیورات پوشاک اور خوراک وغیرہ سے عورتوں کی ہمیشہ عزت کیا کریں ﴿۴﴾

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۴ - باب نمبر ۴)

سماجی مترو! | کہو تو استریوں کی پوجا کیا کرتے ہو؟

ہاں ہم کو تسلیم ہے | کہ ہمارے حضور کو نازک صنف پر بہت کچھ نظرِ عنایت تھی - اسی لئے تو حضور نے سارے ملک عرب بلکہ ساری دنیا کے خلاف منشاء بحکم الٰہی لڑکی کو ماں باپ کا بلکہ بیوی کو خاوند کا بھی وارث بنایا -

دیانندی سجنو! | اس محبت اور انصاف کی مثال ذرہ ویدک دھرم میں تو دکھاؤ تمہارے سوامی نے تم کو استریوں کی پوجا کرنی سکھائی مگر یہ نہ ہوسکا کہ بیچاریوں کو مردوں کے ساتھ ورثہ میں بھی شریک کر جاتے - کیا یہی اسلام کا نقص ہے؟ سچ ہے

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

اس ضمن میں دوسرا فقرہ مہاشہ مصنف نے کیسا غلط ہے لکھا ہے - جس سے اپنے ہمجنسوں کی آنکھوں میں مٹی نہیں کنکریاں ڈالی ہیں :-

سماجیو! غور سے سنو!

+ سماجیو! خاوند کے ساتھ دیور کی شرکت کیوں؟

(۱) "محمد نے شاعرانہ طبیعت پائی تھی" (کیسا سفید جھوٹ ہے)
(۲) "خدیجہ کی کہنہ سالی نے عالم موجودات میں عورت کے شباب کی بہار کا لطف نہ اُٹھانے دیا۔ یہ قوت تصور کو ایک اور تازیانہ ہوا دنیا کی عورتیں دماغ سے اتر گئیں۔ بہشت کی حوروں کے خواب آنے لگے" (رنگیلا صفحہ ۱۹)
مہاشے جی! دیکھا اسلام کا معجزہ تمہارا وکیل رنگیلا مصنف اتنی سی عبارت میں کیا کچھ بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے پہلے فقرہ کی تردید تو خود قرآن مجید نے صاف صاف اور کھلے لفظوں میں کر دی ہے۔ غور سے سنو!
مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ
(ہم (خدا) نے نبی کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ اسے لائق ہے)
حدیث کی کسی کتاب یا تاریخ میں ثبوت نہیں ملتا کہ حضور علیہ السلام نے کبھی ایک شعر بھی بنایا ہو۔
دوسرے فقرہ کا جواب خود مہاشہ کے کلام میں ملتا ہے جو پہلے بھی صفحہ پندرہ (۱۵) پر نقل ہو چکا ہے اور اب پھر نقل ہے۔ مہاشہ لکھتا ہے:
"میعاد خانہ داری کے پچیس برس محمد ایک ہی بیوی پر قانع رہا اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال کے وقت ۶۵ برس کی تھی اس بڑھیا کی اس جوان کی نبھ گئی۔ یہ بات محمد کی پاکیزگی خاطر پر دلالت کرتی ہے" صفحہ ۱۸)
سماجیو! تمہارا مہاشہ کیسے دل و دماغ کا مالک ہے کہ صفحہ ۱۸ پر تو حضرت خدیجہ جیسی بڑھیا بیوی سے نباہ کرنے کو حضور علیہ السلام کی پاک باطنی کہتا ہے جو بالکل سچ ہے۔ مگر چند سطریں بعد صفحہ ۱۹ پر اس بڑھیا سے نباہ کرنے کو موجب حسرت و افسوس قرار دیتا ہے یہ کس قسم کا ظلم یا بدحواسی ہے؟ دونوں منقولہ عبارتیں غور سے پڑھو۔
حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح پر سب سے بڑا اعتراض مخالف کو یہ ہے کہ دس برس کی کم سن لڑکی تھی اور حضور کی عمر ۵۲ سال تھی۔ اسلئے مہاشے جی مشورہ دیتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔
"محمد ابو بکر کی لڑکی کو اپنی لڑکی بنا لیتا۔ اس کی شادی اپنے ہاتھوں سے کرتا

جہیز دیتا اور اس کا باپ بجاتا۔ تو نہایت خوش آئند ہوتا" (رنگیلا ۲۱)
اللہ رے تیری شان! یہ اس قوم کی طرف سے مشورہ ہے جو نیچرل قانون کو اپنا اصول جانتی ہے۔ مہاشہ جی اور ان کے ساتھی جانتے ہیں کہ والدین اور اولاد کا تعلق قدرتی ہے مصنوعی نہیں کہ کسی کے بنانے سے بنے اسی لئے قرآن مجید نے متبنّے (لے پالک) کو اپنا بیٹا کہنے سے منع کر دیا۔ غور سے سنو! ارشاد ہے ؎

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

(لے پالکوں کو انکے والدوں کے نام سے بلایا کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت انصاف کی بات ہے)
مگر جس قوم کا یہ اصول ہو کہ نیوگ زادہ اپنے اصل باپ (نطفہ دار) سے کٹکر مصنوعی باپ کا بیٹا کہلائے (ستیارتھ پرکاش)، وہ کیوں نہ ایسا مشورہ دیں
ہم گذشتہ تمہید میں خاوند بیوی کے تعلقات پر مفصل لکھ آئے ہیں ملاحظہ ہو کتاب ہذا صفحہ (۴۶ تا ۴۸) مگر مہاشہ مخالف بے سوچے سمجھے استہزاء سے لکھتا ہے:۔

"عائشہ اپنی گڑیاں ساتھ لائی۔ ترپن سال کے نوشہ بھی کبھی کبھی اپنی اس ہونہار بیوی کی معصومانہ کھیلوں میں شریک ہو جاتے۔ ترپن سال کے بڑھے کا بچوں کے ساتھ کھیلنا معیوب نہیں لیکن کسی اور حیثیت میں ہونا چاہئے۔ خاوند کی حیثیت میں نہیں" (رنگیلا صفحہ ۲۱)

کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور عائشہ کے ساتھ گڑیاں کھیلا کرتے تھے۔ ہم حیران ہیں کہ ان چالاکیوں سے آریہ سماج کے خیال میں فتحیابی کا بابو یک ہی ؎

ایں خیال است و محال است و جنوں

علاوہ اسکے ہم کہتے ہیں کونسی عقلی دلیل اس امر سے مانع ہے کہ خاوند اپنی بیوی کی تفریح میں شریک نہ ہو (یہ جواب بعد تسلیم واقعہ کے ہے) بحالیکہ آریوں اور ہندوں کے مسلمہ گرو منوجی دہرم شاستر کے بانی راجہ کو اجازت دیتے ہیں۔

"راجہ کھانا کھاکر عورتوں کے ساتھ محل میں بہار کرے" (باب ۷ شلوک ۲۲۱)

مہاشے نے حضرت عائشہ صدیقہ کی نسبت دو الزام عجیب افترا کئے ہیں۔

(۱) اِفک عائشہ جو اسلامی کتابوں میں خاصکر قرآن شریف میں مردود ہے اُس کی صحت کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا۔

(۲) صحابہ کرام کے زمانہ میں مسئلۂ خلافت پر جو لڑائی ہوئی اس میں بھی عائشہ کو دخیل بتا کر تعدد ازواج کو باعث تباہی اسلام بتایا ہے۔ چنانچہ مہاشہ مخالف کے نامہذب الفاظ یہ ہیں:-

محمد کی بیٹی فاطمہ۔ مائی خدیجہ کی یادگار فاطمہ علی سو بیاہی ہوئی تھی اُدھر فاطمہ کا خاوند اپنا داماد علی ہے اِدھر چہیتی بیوی عائشہ ہے محمد کدھر کو جائے۔ گھر میں خانہ جنگی کی بنیاد پڑ گئی۔ اس خانہ جنگی نے محمد کی وفات کے بعد اسلام کی تاریخ کو متواتر خونریزیوں کی تاریخ بنا دیا" (صفحہ ۱۴)

معلوم نہیں مہاشہ جی کو یہ لکھتے ہوئے کوروں پانڈوں کی لڑائی کا نقشہ سامنے آگیا۔ یا ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے وارثوں کی جنگ دکھائی دی خدا جانے یہ بہکی بہکی باتیں کیوں کرنے لگ گئے ہیں تو کسی اسلامی کتاب میں یہ نقشہ خانہ نبوی کا دکھائی نہیں دیتا۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ خلافت پر لڑائی ہوئی مگر اس کا سبب یہ نہ تھا جسکا مخالف نے منصوبہ گھڑا ہے بلکہ سیاست میں اختلاف رائے تھا

ہاں نمبر اول کے متعلق جواب خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ

عائشہ وغیرہ پر جو افترا اور بہتان لگایا گیا ہے وہ اس سے پاک ہیں مخالفوں کا الزام اگر ملزم پر دھبہ لگا سکتا ہے تو تم کو یاد ہونا چاہئے کہ تمہارے لیڈر سوامی شردہانند پر حال میں جو الزامات غبن وغیرہ بد اخلاقیوں کے لگائے گئے ہیں کیا وہ بھی صحیح ہیں؟ جن میں سے بطور نمونہ ایک اشتہار درج ذیل ہے:-

شردہانند کی شرمناک اخلاقی موت۔ روپیہ کمانیکے لئے سنیاسی ہونیکی حقیقت

(پبلک فنڈوں کا حساب پوچھنے پر بازاری گالیاں)

ہم نے شردہانند سے اخبار الشیا دہلی میں کئی قومی فنڈوں کے حساب کا مطالبہ کیا تھا

جس کے جواب میں اسکی طرف سے اُسکے پیج اخبار میں ہمیں فحش گالیاں دیکر اپنی خاندانی
تہذیب کا ثبوت دیا گیا ہے اور جو حساب دیا گیا وہ سخت مشکوک اور جعلی ہے جس سے صاف ثابت
ہوتا ہے کہ شردھانند نے قومی فنڈوں کا بہت سارو پیہ ہضم کیا ہے۔ ان جوابات سے شردھانند
کی اخلاقی موت ہوگئی ہے اب وہ تنگ آکر ہمیں کئی ذرائع سے بدنام کر رہا ہے اور اپنے بعض
چیلوں کو ہمارے برخلاف آمادہ کر رہا ہے لیکن ہم اسکو آگاہ کرتے ہیں کہ آجکل غدر کا زمانہ نہیں ہے
اگر کسی موقعہ پر ہمارا بال بھی بیکا ہوا تو شردھانند معہ اپنے چیلوں کے بڑے گھر میں نظر آئیگا
ایسی دھمکیاں دیکر وہ قومی فنڈوں کا روپیہ اُگلنے سے بچ نہیں سکتا اب ہم مجبور ہو کر
پبلک کو یہ بتلاتے ہیں کہ یہ شخص سنیاسی کیوں ہوا ہم جو کچھ بھی لکھینگے ہر ایک بات کا کافی
ثبوت ہمارے پاس موجود ہے۔ واقعات یہ ہیں کہ سنہ ۱۹[illegible]ء میں سب سے پہلے آریہ سماج کالج
پارٹی والوں نے بستر پرستی شیر پنجاب لالہ لاجپت رائے جی اور مہاتما ہنسراج جی اس
شخص پر قومی فنڈوں کے غبن کرنیکا الزام لگایا تھا۔ یہ ہر دو اصحاب معمولی آدمی
نہیں ہیں۔ ازاں بعد سنہ ۱۹۰۵ء میں کئی ذمہ دار معززین نے آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب
میں اس شردھانند سابق منشی رام پر چودہ ہزار سے زائد ایک رقم ہزار کی دوسری رقم
غبن کرنیکی بابت کیس دائر کر کے اسکو ایک ملزم کی حیثیت میں پیش کیا تھا اور اس پر
بھرے اجلاس میں فرد الزام بھی لگائی گئی تھی کہ (۱) یہ شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ
کوئی پبلک فنڈ اسکے سپرد کیا جائے (۲) یہ شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو
کوئی ذمہ داری کا عہدہ دیا جائے کیونکہ معمولی اختلاف رائے ہونے پر بھی
یہ ہر شخص کو نقصان پہنچانے اور جھوٹے الزام لگا کر بدنام کرنے سے دریغ نہیں کرتا"
جب مذکورہ بالا غبن کا کیس اسپر چلا تو یہ ان دنوں گروکل کانگڑی کا مکھیہ
ادھشٹاتا تھا اور اس کے ساتھ ایک پارٹی تھی۔ اُسوقت تو یہ کہکر اُسنے جان
بچائی تھی کہ وہ روپیہ کسی شخص کو دے رکھا ہے یہ ان دنوں ہزاروں کا قرضدار بھی تھا
اس کا قرضہ اتارنے کیلئے اسکی کتابیں لیکر ایک آریہ کمپنی قائم ہوئی تھی لیکن کئی سال
کے بعد جب وہ غبن شدہ روپیہ وصول نہ ہوا اور خود اس کی پارٹی والوں کو معلوم ہو گیا

کہ وہ پندرہ ہزار سے زائد روپیہ شخص خود ہی کھا گیا ہے تو اسکی پارٹی بھی اس سے منحرف ہو گئی۔ تب اس نے گھبرا کر اپنی پول ظاہر ہوتے دیکھکر ایک شخص سے یہ صلاح کی:۔ "دھرم کے کاموں میں تو روپیہ کا حساب پوچھا جاتا ہے لیکن پولیٹیکل کام میں بڑی عزت ہے۔ کوئی حساب کتاب پوچھتا ہی نہیں۔ اسلئے میں تو سنیاسی ہو کر پولیٹیکل کام شروع کرونگا اور تم بھی میرے ساتھ رہنا" چنانچہ یکم بیساکھ سمت ۱۹۷۴ میں بغیر گرو کے خود بخود سر منڈوا کر اور گیروے کپڑے کر کے اپنا نام شردھانند خود ہی رکھکر شاستروں کے طریقہ کے خلاف سنیاسی بن گیا اور روپیہ کمانے کیلئے دہلی کو تجارتی شہر دیکھکر اُسنے یہاں ڈیرا جما یا جس مذکورہ بالا شخص سے صلاح کی تھی اُسکو دھوکہ دیکر اسکا قریباً چار ہزار روپیہ اسنے ہضم کر لیا یہ دھوکہ بازی دیکھکر وہ شخص اس سے الگ ہو گیا وہ شخص دہلی میں ہی رہتا ہے۔ شردھانند کے انکار کرنے پر ہم پبلک کو اسکا نام بتائینگے۔ سنیاسی ہونیکے بعد شردھانند نے خوب جال پھیلایا۔ گڈھوال میں قحط پڑنے پر گڈھوال ریلیف فنڈ کھولا اُسمیں اسکے پاس روپیہ کس قدر آیا تھا اور کس قدر روپیہ کس کس طرح خرچ ہوا۔ یہ بتلاتے ہوئے گھبراتا ہے۔ کہا گیا تھا کہ باقی ۲۰ ہزار روپیہ بچایا تھا ہم نے اسکا حساب دریافت کیا تو شردھانند نے اپنے اخبار تیج میں کمینہ گالیوں کے ساتھ اسکا جواب ایسا مشکوک دلایا کہ وہ معہ ایڈیٹر تیج کے جلسازی میں پھنس گیا یعنی پہلے تو ۲۰ ہزار روپیہ باقی بتلا کر اسکا حساب (بلا ثبوت) بتلا دیا۔ جب ہم نے للکار کر پوچھا کہ شردھانند نے اپنے لڑکے اندر کو اس فنڈ سے جو پانچہزار روپیہ ناجائز طریقہ سے پریس اور اخبار جاری کرنیکو دیا تھا وہ کہاں ہے؟ تو دروغگو را حافظہ نباشد کے مصداق تیج ۱۳ مارچ میں گھبراہٹ کی حالت میں لکھ ڈالا کہ "وہ پانچہزار روپیہ پریس میں لگا دیا تھا۔ لیکن وہ اچلتی کھاتہ میں پڑا ہوا ہے اور وہ شری مالوی جی کو دینا ہے" شری مالوی جی اُن دنوں دہلی ہی میں تھے مگر ان کو یہ روپیہ نہیں دیا گیا اور اُچلتی کھاتہ میں ہی پڑا ہوا ہضم ہو جائیگا۔ لیکن اب سوال یہ ہوتا ہے کہ پہلے تو ۲۰ ہزار کل باقی بچہ کا حساب تیج میں بتلا دیا گیا تھا پھر یہ پانچہزار روپیہ کہاں سے نکل آیا اور اسطرح ۲۵ ہزار

روپیہ ہوتا ہے لہذا صاف ثابت ہے کہ یہ حساب جعلی ہے اور یہ جعلسازی دہرم اور قانون کے خلاف ہے گویا ایک فنڈ کے ایک ہی حساب میں پہنے شردہانند کو قومی ملزم کی حیثیت میں قوم کے سامنے کھڑا کر دیا ہے۔ ابھی وہ اس فنڈ کے تمام خرچ کردہ اور باقیماندہ کا مفصل حساب پیش کرے تو کئی جگہ ایسی ہی گڑ بڑ ملیگی۔ اب ہم دیگر فنڈوں کا ذکر کرتے ہیں

(۲) پولٹیکل کام چھوڑکر شردہانند نے شدھی کا کام شروع کیا۔ اس سلسلہ میں بھارتیہ شدھی سبھا آگرہ سے شردہانند کا نوہزار روپیہ لینا تیج ۱۴ مارچ میں درج ہے اور بتلایا ہے کہ صوبۂ دہلی میں اس روپیے سے شردہانند نے ایکہزار کے قریب شدھیاں کیں اور دہلی کے ماتحت ۴۵ - اپدیشک کام کرتے ہیں" کیا دہلی کا کوئی شخص بتلا سکتا ہے

. . . . کہ ۴۵ اُپدیشک

ہوتے ہوئے دہلی میں شدھی پر ان کے کس قدر لیکچر ہوئے اور کیا ایکہزار شدھیاں صوبہ دہلی میں کہیں ہوئی ہیں؟ کیا شردہانند اس نوہزار روپیہ کے خرچ کی تفصیل اور ۴۵ - اوپدیشکوں کے نام مع پتہ تبلا سکتا ہے؟

(۳) شردہانند مفصل مع نام و پتہ کے بتلائے کہ شہر دہلی سے اس نے شدھی سبھا کیلئے کس کس سے کس قدر روپیہ بطور چندہ لیا ہے اور وہ کہاں خرچ ہوا ہے؟

(۴) اخبار تیج کیلئے بھی شدھی سبھا سے کسقدر روپیہ لیا ہے اور کیوں لیا ہے؟ کیا تیج کے سرورق پر اپنا نام اسکی سرپرستی میں لکھوانا پبلک کو صریحی دہوکہ دینا نہیں ہے؟

(۵) ہندو سنگھٹن کیلئے شردہانند نے دورہ کیا تھا۔ اس دورہ میں کسقدر روپیہ جمع کیا ہے اور وہ روپیہ کہاں ہے؟ اور ہندو سنگھٹن کا شور مچانے پر بھی اُسنے اسکا کسقدر کام کیا ہے؟

(۶) شردہانند کی ولت ادہار سبھا میں پارسال ایک اخبار کی تحریر کے مطابق ساٹھ ہزار روپیہ آئے تھے جو پالہ سال ہی نہ معلوم کونسے اچھوتوں کے کاموں میں خرچ کئے گئے نومبر ۱۹۲۳ء میں ایک خبر شائع ہوئی تھی کہ اس روپیہ کے خرچ کے کاغذات شردہانند کے داماد ڈاکٹر سکھدیو کے دوائی خانہ میں جہاں اس سبھا کا دفتر بھی تھا موجود تھے کوئی چور رات کو آکر کاغذات کو چلا گیا۔ شردہانند نے ہمارے پوچھنے پر تیج میں اسکا کچھہ ذکر

کرایا ہے۔ مگر دلت ادہار سبھا کے فنڈ کا مفصل حساب دینے کا نام تک نہیں لیا

(۷) شردہانند نے شدھی کا کام بھی اپنا مطلب پورا کر کے چھوڑ دیا اور اچھوتوں کا کام مذکورہ دلت ادہار سبھا کے نام سے شروع کر دیا۔ اس خانہ ساز سبھا کیلئے ۲۵ لاکھ کی اپیل کر کے شردہانند نے پچھلے دنوں ہی کاٹھیاواڑ اور بمبئی وغیرہ کئی جگہ دورہ کیا تھا لیکن ابتک اسنے ظاہر نہیں کیا کہ ان دوروں سے اسکو کس قدر روپیہ ملا۔ کیا اس سبھا کا پہلا اور ابکا سب روپیہ ہضم؟ اس سبھا کا پردہان خود شردہانند ہے اور سکرٹری اسکا داماد سکھدیو ہے۔ گویا گھر ہی کی سبھا ہے شردہانند گھر میں بیٹھکر جب چاہتا ہے روپیہ کمانے کیلئے کوئی نہ کوئی سبھا بنالیتا ہے کسی سبھا کے نام سے اسکو کوئی شخص روپیہ وغیرہ نہ دے

(۸) شردہانند نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ ایک شخص نے اچھوتوں کے لئے ڈہائی ہزار روپیہ ماہوار دیا ہے۔ شردہانند بتائے کہ یہ روپیہ کس سے اور کس ماہ سے اس کو ملتا ہے کہاں خرچ کرتا ہے؟

(۹) گئو رکھشا سب کمیٹی کے روپیہ کا بھی مفصل حساب نہیں بتلایا اور نہ باقیماندہ روپیہ ہندو مہا سبھا بنارس کو بھیجا گیا وہ گئو ماتا کی رکھشا کا روپیہ بھی ہضم؟

(۱۰) دہلی کے ایک جلسہ میں ۲۴ر اکتوبر ۱۹۲۳ء کو شردہانند نے کہا تھا کہ ایک سبھا کا ساڑھے چھ ہزار روپیہ تھا کچھ مختلف کاموں میں خرچ ہو گیا اور ایکہزار باقی ہے وہ میں ہندو سبھا دہلی کو دہلی کو دیدونگا۔ ازاں بعد ۲۲ر جنوری ۱۹۲۴ء کو شردہانند نے اپنے مکان پر ہی یہ فیصلہ کیا تھا جو اخبار میں نکل چکا ہے کہ "ہندو سبھا کا کام دہلی سے باہر کرنیکے لئے اندر ایڈیٹر ارجن اور دیش بندھو ایڈیٹر تیج کو دو سو روپیہ ماہوار دیدیا جائے" کیا اس طرح شردہانند گھر ہی میں وہ روپیہ بھی ہضم کرنا چاہتا ہے اور وہ ساڑھے چھ ہزار روپیہ کس سبھا کا تھا اور شردہانند نے وہ کہاں پر خرچ کیا ہے؟

(۱۱) پنڈت لکھشمی نارائن جی شاستری دہلی سورگباشی کے کئی ہزار روپیہ شردہانند نے وعدہ کر کے شدھی کے کام میں خرچ کرا دیئے تھے کہ یہ روپیہ بعد میں شدھی سبھا سے دیدیئے جائینگے۔ لیکن بعد میں پنڈت جی کو کورا جواب دیدیا۔ پنڈت جی نے شدھی کے

لگوں میں وشواس گھاتی شردھانند کے کہنے میں آ کر اپنی دھرم پتنی کے زیورات تک فروخت کرکے لگا دئے تھے۔ کیا پیسے کے بھوکے شردھانند نے پنڈت جی کے وہ کئی ہزار روپیہ اپنے حساب میں دکھا کر شدھی سبھا کے حساب سے خود ہضم تو نہیں کرلئے؟ پنڈت جی سے یہ وشواس گھات کرکے شردھانند نے مہا پاپ اور اخلاقی جرم کیا ہے شردھانند ان کو اپنا ہی پاپ چھپانے کیلئے ہمیشہ بدنام کرتا رہا ہے۔

(۱۲) شردھانند جب سنیاسی ہوا تھا تو اس کے پاس کچھ نہ تھا اور اندر پڑھتا تھا وہ بھی نادار تھا تو ارجن اور تیج اخباروں کے خرچ اور مشین پریس لگانے میں ہزاروں روپیہ وہ کہاں سے لایا ہے؟ اور اس قدر بڑے بڑے مکانوں کا کرایہ وہ کہاں سے دیتا ہے؟ کیا اس پر تبلیغ پرماں دثبوت عینی) کا کوئی جواب ہے اور کیا اپنے وطن جالندھر میں اسنے کوئی مکانات تو نہیں بنوائے؟ اگر بنوائے ہیں تو وہ روپیہ کہاں سے آیا؟

(۱۳) آریہ سماج کا اتہاس لکھنے کیلئے شردھانند نے کئی سال ہوئے دورہ لگایا تھا کیا اس دورہ سے بھی کچھ روپیہ جمع کیا تھا؟ اگر کیا تھا تو وہ کہاں ہے؟

(۱۴) شردھانند نے روپیہ کمانیکے لئے ایک اور اتیاچار اور شیطنت کا مٹھ بنا رکھا ہے جہاں عورتوں کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کیا جاتا ہے اسکو لکھتے ہوئے ہمارا قلم رکتا ہے کیونکہ ان حالات کے ساتھ شردھانند کے لڑکے اندر کی بیوی دیا رتی کا بھی ذکر آتا ہے

(۱۵) شردھانند نے روپیہ کے لالچ میں سنیاسی ہوکر پولیٹیکل کام شروع کیا تو اظہار شیخت کرنے پر قید ہوگیا اور مشہور ہے کہ کوئی خاص معاہدہ کرکے قید سے رہا ہوا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ رہائی کے بعد اسنے پولیٹیکل کام کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور ہندو مسلمانوں اور ہندؤوں ہندؤوں میں بھی ناچاقی پیدا کر رہا ہے بلکہ کانگریس اور پولیٹیکل لیڈروں کی بھی مخالفت کر رہا ہے۔ حال میں اُسنے مہاتما گاندھی کے خلاف بھی سخت حملہ کیا ہے جنکی جوتیاں اُٹھانیکے بھی یہ قابل نہیں ہے۔ یہ دوسرا جے چند راٹھور ام ہندو قوم اور تمام اہل ہند کیلئے مار آستین اور بغلی گھونسہ ہے اس سے اور اسکے اخباروں سے لوگوں کو بچا رہنا چاہئے۔ اخبار بندے ماترم وغیرہ نے بھی اسکو بہت پھٹکارا ہے

اس شخص نے قومی فنڈوں کا نمعلوم کس قدر روپیہ کھایا ہے۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ شردہانند کا کوئی کام بھی پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ روپیہ تو زیادہ تر یہ کھا گیا۔ باقی صرف نمائش ہی۔ ہم پبلک کو ہوشیار کرتے ہیں کہ کوئی شخص گیروے کپڑوں کے دہوکے میں آکر اسکو کسی کام کیلئے بھی روپیہ نہ دے ورنہ ایسے لوگوں کو دان دینے والا شخص بھی شاستروں کے مطابق پاپی ہوتا ہی۔ اسنے ارجن اور تیج دونوں اخبار اسی لئے جاری کر رکھے ہیں کہ انکے ذریعہ شور و شر پھیلا کر روپیہ پیدا کیا جائے اور اگر کوئی شخص شردہانند سے قومی فنڈوں کا حساب پوچھے تو یہ دونوں اخبار اسکو گالیاں دیکر بدنام کرنا شروع کر دیں۔ پبلک کو ان اخباروں سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے

نوٹ:- ہم اخبار ایشیا میں لکھ چکے ہیں کہ اگر شردہانند چند معزز لیڈروں کو تجویز کرے تو اُنکے سامنے ہم یہ تمام معاملات اُسکے روبرو پیش کرنیکو تیار ہیں۔ غرض ہمنے ایک ضروری قومی خدمت ادا کرتے ہوئے اس قومی غدار کو قوم کے سامنے اسکی اصلی روپ میں کھڑا کر دیا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ قوم اسکو اور اسکے اخبار دنکو کس قسم کی قومی سزا دیتی ہی۔ شردہانند کہیں آریہ سماجی بنتا ہی اور کہیں سناتن دہرمی کہکر اپنا مطلب نکال لیتا ہی دراصل یہ قوم کا ٹھگ ہی اور آریہ سماجی ہی لیکن بکثرت آریہ سماجی بھی اس سے ان حرکات کے باعث ناراض ہیں سنیاسی ہو کر بھی اپنے لڑکے۔ بہو اور پوتوں کے ساتھ رہتا ہے۔ باہر جاکر معلوم کیا کہتا ہوگا۔ شردہانند نے اپنا اُلّو سیدھا کرنیکے لئے اپنے اخبارات تیج اور ارجن کے ذریعہ ملک میں سخت کشمکش پیدا کر رکھی ہی چند روز ہوئے ان حرکات سے تنگ آکر مہاتما گاندھی کو اعلان شائع کرنا پڑا تھا۔ تب ہی سے شردہانند اور اسکے اخبارات نے مہاتما جی پر حملہ کرنا شروع کر دیا ہی اسی طرح یہ ہر دو تیج اور ارجن اخبارات اس شورش انگیزی کے علاوہ ہندو قوم میں بھی باہمی نااتفاقی کو بڑھا رہے ہیں اور قومی فنڈوں کے خورد برد کرنے اور شردہانند کی دیگر حرکات پر قوم کو کمینہ دہوکہ بازی میں لاکر پردہ ڈال رہی ہیں ہر طرف شردہانند اور ان اخبارات کی حرکات پر سخت نفرت ظاہر ہو رہی ہی۔ شردہانند اگر سچا آدمی ہی تو ہمارے اس اشتہار کا جواب دینے سے

کیوں گھبراتا ہے۔ ہر شخص کا قومی فرض ہے کہ وہ ٹھنڈے دماغ سے اس اشتہار کو پڑھکر غور کرے۔"

راقم پنڈت راج نارائن ارمان دہلی (ایڈیٹر روزانہ اخبار ایشیا دہلی)

حالانکہ الزام عائشہ کا جواب تو اسی زمانہ میں دیا گیا مگر اس اشتہار کا جواب آجتک ہمنے نہیں دیکھا۔ پس الزام عائشہ کا جواب وہی ہے جو قرآن مجید میں درج ہے۔

اسی ضمن میں مخالف مہاشہ نے مسئلہ تعدد ازواج پر بھی مضحکہ اڑایا ہی اسکا جواب ہم اخیر رسالہ میں دینگے۔ انشاءاللہ۔

مہاشہ مصنف کو اس بات پر بھی جلن ہے کہ حضرت صدیقہ پر جو یہ جھوٹا الزام لگایا گیا تھا قرآن میں اسکی تردید کیوں ہوئی؟ چنانچہ آپنے اس رنج کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے۔

"سورۂ نور میں رسول اور رسول کے خدا کا غم و غصہ ابتک مرقوم چلا آتا ہے بدزبان لوگونکی زبانیں انکے منہ میں گھسیڑ دی گئیں اب ضرورت ہوئی کہ حرم کو فہمائش کی جاوے کیونکہ تالی دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ یہ خدمت بھی اللہ میاں نے قبول کی۔ سورۂ احزاب اتری۔

"اے پیغمبر کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرماتما سے ڈرتی ہو تو اپنے قول سے نہ پھرو۔ تاکہ وہ لالچ نہ کرے جس کے دل میں مرض ہے۔ اور کہا گیا ہے قول معروف اپنے گھروں میں رکی رہو اور نہ دکھاتی پھرو سنگار جیسے جاہلیت کے زمانہ کی عورتیں کرتی تھیں۔"

آخر محمد کا اپنی بیویوں کو آپ تنبیہہ و توبیخ کرنا بانکی زوجیت کے لوازمات کے خلاف تھا۔ اللہ میاں۔ میاں بیوی دونوں کا بزرگ ہے اسکو بیچ میں ڈالا اور جو چاہا کہلوالیا۔" (رنگیلا صہ ۲۵/۲۶)

پیغمبر اسلام علیہ السلام کا ہر قول و فعل اور آپکی خانگی زندگی امت کے لئے اسوۂ حسنہ (نیک نمونہ) ہی اسلئے اس خانگی واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں ہوکر صفائی کرنی ضروری تھی مگر بقول آریہ سماج پرمیشور نے کیا کیا کہ وہ اپنے رشیوں کے علاوہ ایک میاں بیوی کے کاموں

میں دخل دیتا ہوا سوال کرتا ہے:۔

"اے بیاہے ہوئے مرد عورتو! تم دونوں رات کو کہاں ٹھیرے تھے اور دن کہاں بسر کیا تھا تم نے کھانا کہاں کھایا تھا وغیرہ" (رگ وید۔ اشٹک ادھیائے ۸۔ سورگ ۱۸۔ منتر ۲)

کیا ہی فضول اور بیخبری کے سوال ہیں۔ تم دونوں رات کو کہاں رہے تھے کیا خوب؟ کیا کوئی حیادار مرد یا عورت رات کو رہنے کا جواب دیسکتے ہیں۔ اسی لئے اس سوال کا جواب وید میں مذکور نہیں۔ غالباً سننے والوں نے شیخ سعدی مرحوم کے مشورے پر عمل کیا ہوگا ؎

جواب جاہلاں باشد خموشی

اسی ضمن میں مہاشے نے حضرت عائشہ کا ایک قصہ سر ولیم میور کی تاریخ سے نقل کیا ہے جو باوجود معمولی ہونیکے مخالف اس میں رنگ آمیزی سے نہیں چوکا۔ چنانچہ اسکے الفاظ یہ ہیں

"بیماری کے دوران میں محمد قبرستان کو گیا اور اپنے مرنیکا یقین پختہ کرکے گھر لوٹا عائشہ بھی اتفاق سے اس دن دردِ سر میں مبتلا تھی وہ کراہ کراہ کر کہہ رہی تھی "میرا سر! میرا سر!" محمد بول اٹھے "عائشہ! یہ لفظ مجھے کہنے چاہئیں" کم سن عورت نے سنا اور چپ ہوگئی۔ محمد کو ظرافت سوجھی۔ کہا "عائشہ! کیا تم پسند نہ کرونگی کہ تمہاری موت میرے جیتے جی ہو تاکہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے دفن کروں اور تمہاری قبر پر دعا کہوں؟ عائشہ نے ناک بھوں چڑھائی اور جوابدیا "یہ کسی اور کو سناؤ میں سمجھ گئی۔ میرے گھر کو مجھ سے خالی کرنے اور کسی اور حسن وجمال کی پتلی کو امیز لا بسانے کی آرزو ہے" محمد کو جواب کی فرصت نہ تھی طاقت نہ تھی۔ مسکرا کر ٹالدیا (حیات محمدی مصنفہ میور صاحب)" رنگیلا صفحہ ۲۶

رنگیلے مصنف نے اس میں بھی رنگا آمیزی سے کام لیا ہے۔ اصل واقعہ بہت مختصر ہے جو مؤرخ ابو الفدا کے لفظوں میں ہم پیش کرتے ہیں:۔

روی عن عائشہ رضی اللہ عنہا	عائشہ صدیقہ کہتی ہیں ایک روز میرے
انہا قالت جاء رسول اللہ	سر میں درد تھا۔ میں کہہ رہی تھی۔

صلی اللہ علیہ وسلم وبی صداع
وانا اقول وارأساہ فقال بل انا
واللہ یا عائشۃ وارأساہ ثم قال ما ضرک
لومت قبلی فقمت علیک وکفنتک و
صلیت علیک ودفنتک قالت فقلت
کانی بک واللہ لو فعلت ذالک رجعت
الی بیتی وتعریت ببعض نساءک فتبسم
صلی اللہ علیہ وسلم (جلد اول صفحہ ۱۵۱)

ہائے میرا سر! آپ نے مذاق میں فرمایا یہ تو مجھے کہنا چاہئے۔ ہائے میرا سر (کیونکہ حضور خود بیمار تھے) پھر بطور تسلی دینے کے بیوی عائشہ کو کہا تیرا کیا نقصان ہے اگر تو میرے سامنے مرجائے اور میں تجھے کفناؤں اور جنازہ پڑھوں اور دعا کروں۔ عائشہ نے دیکھے کہ بیماری میں آدمی سڑی ہوکر بولتا ہے! بولی ہاں میں جانتی ہوں اگر آپ میرے ساتھ بعد موت ایسا کرینگے تو اسی وقت میرے گھر میں آوینگے اور اپنی کسی بیوی سے دل بہلائینگے یہ سنکر حضور مسکرائے!

سر ولیم میور نے اس مقام پر خود ہی تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ طبری میں بھی یہ قصہ یونہی آیا ہے فقط ایک لفظ کا فرق ہے۔ یعنی اس میں یوں ہے۔

لو فعلت ذالک رجعت الی بیتی فاعرست ببعض نسائک (جلد ۳ صفحہ ۱۹)

تاریخ ابو الفداء میں تَعَرَّیْتُ اور طبری میں اَعْرَسْتَ ہے۔ دونوں کے معنی ہیں "مرد کا عورت سے دل بہلانا"

کیسا صاف مضمون اور بیوی خاوند کا روزانہ دل بہلاوا ہے۔ اسی لئے سر میور نے بھی اسی عنوان کے ذیل میں اس واقعہ کو لکھا ہے۔ اس قسم کے واقعات کا جواب ہم تمہید میں دے چکے ہیں۔ مگر بیوی خاوند کے تعلقات اور محبت آمیز تفریحات کو وہی جانتے ہیں جو تعلق رکھتے ہوں لیکن جن کی اپنی یا ان کے گرو کی ساری زندگی اس قدرتی تعلق سے بے تعلق رہی ہو وہ اس مذاق الفت کو کیا جانیں پنجابی مصرعہ ہے ؎

توں کی جانڑیں سار عشق دی اونٹ چراون والا ؎

کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

صدیقہ کے نکاح پر سب سے اہم اور اکبر اعتراض انکی خردسالی ہے۔ چنانچہ مخالف کے چبھتے ہوئے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:-

"محمد نے اس خرد سال لڑکی سے جو عمر میں اسکی پوتی تھی اپنی نسبت کیوں ٹھیرائی" صفحہ ۱۹
پس ساری مخالفت کی جان یہی اعتراض ہے اس لئے ہم اسی کا جواب مفصل دیکر اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

لطیفہ حضرت خدیجہ عمر رسیدہ عورت کی شادی پر بھی مخالف معترض ہے کہ اتنی سن رسیدہ مائی سے کیوں شادی کی۔ چنانچہ نہاشہ کے چبھتے ہوئے اس بارے میں یہ الفاظ ہیں۔

"خدیجہ بیوہ تھی وہ بھی قریش یعنی محمد کی ہم قوم تھی۔ دو خاوند مر چکے تھے۔ آل اولاد والی تھی۔ بھلا محمد اور اسکی عمر کا کیا مقابلہ تھا" (رنگیلا صفحہ ۹)

حضرت خدیجہ کے بعد جب جوان عائشہ سے شادی کی تو اسکی خُردسالی پر معترض ہیں کیا سچ ہے ؎

نہ از جور مردم رہد زشت رو نہ شاہد ز نا مردم زشت گو

خیر اسی ضمنی لطیفہ کے بعد ہم اصل بات پر آتے ہیں۔

میاں بیوی کی عمر میں کیا تناسب ہو؟ اسکی بابت علماء دھرم شاستر کے مختلف اقوال ہیں ہندوؤں اور آریوں کے مسلّمہ پیشوا منوجی اس بارے میں ہدایت فرماتے ہیں:-

"تیس برس کی عمر کا لڑکا اور بارہ برس کی دختر کا وواہ کرے یا چوبیس برس کا لڑکا اور آٹھ برس کی لڑکی کا وواہ کرے" منوسمرتی باب ۹۔ شلوک ۹۴)

پس ایک شخص اپنے چوبیس سالہ لڑکے کی شادی کسی آٹھ سالہ لڑکی سے (جو وید کی دہرم کی پابند ہو) کر دے تو دھرم شاستر کے وروده (مخالف) نہ ہوگی۔ حالانکہ آجکل کے مشاہدہ سے یہ امر مشکل معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ سالہ لڑکی بالغ ہو کر چوبیس سالہ جوان کی برداشت کر سکے۔ لاچار یہ کہنا پڑیگا کہ منوجی کے زمانہ میں (۸) برس کی لڑکی اسطرح بالغ ہو جاتی ہوگی جسطرح آجکل (۱۲) سال کی لڑکی بالغہ ہو جاتی ہے (۸) اور (۱۲) کے درمیان ہے (۱۰) ممکن ہے درمیانی زمانہ میں جو کہ اسلام کا زمانہ ہے دس سالہ لڑکی بالغہ ہو جاتی ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے خود یہ فیصلہ آتا ہے کہ لڑکی جب نو برس کی ہو جائے تو بالغہ ہے۔ کیونکہ وہ خود ایسی ہو گئی تھیں۔ دس سال عمر میں صدیقہ کا زفاف ہوا۔ چنانچہ مخالف نے صفحہ ۲۰ پر خود لکھا ہے

بحکم دھرم شاستر (۸) سالہ لڑکی کو چوبیس سالہ خاوند ملنا جائز بلکہ افضل ہے تو دس سالہ بالغہ کو ترپن سالہ خاوند ملنے پر کیا اعتراض ؟ ہاں اعتراض ہو سکتا ہے تو لڑکی کی چڑھتی طاقت اور خاوند کے بڑھتے ضعف کا ہو سکتا ہے۔ جس سے لڑکی کی خواہش کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ ہم اس اعتراض کی قدر کرتے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ طاقت اور ناطاقتی کیلئے عمر کا کوئی قانون نہیں۔ بہت سے مرد چھوٹی عمر میں کمزور ہوتے ہیں اور بہت سے اخیر عمر تک بھی طاقتور رہتے ہیں اسکی پہچان کہ اس مرد میں قوت ہے یا نہیں بہت آسان اور روشن دلیل سے یوں واضح ہو سکتی ہے کہ چھوٹی عمر کی بیوی اور بڑی عمر کے خاوند میں بعد نکاح غیر معلوم وجہ سے اگر بگاڑ رہتا ہے تو سمجھو کہ بڈھا میاں کمزور ہے اور اگر دونوں میں محبت اور سلوک اچھا بلکہ بہت اچھا ہے تو سمجھو کہ بڑے میاں قابل ہیں۔ یہ ایک ایسی شناخت ہے کہ ہر ایک تجربہ کار خانہ دار اسکو صحیح جانیگا۔

اب تنقیح طلب بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اور صدیقہ کے درمیان کامل محبت تھی یا نہیں۔ اس لئے مہاشہ مخالف کو بھی انکار نہیں۔ چنانچہ اسکے مختصر الفاظ یہ ہیں:۔

”محمد کے مرتے دم تک محمد کی گھر والی دل و جان کی مالک ہمراز عائشہ ہی تھی“ صـ۲۱

دوسری شہادت تمہارے بڑے بھائی پنڈت کالیچرن کی ہے جو ہندی رسالہ ”وچتر جیون“ میں لکھتا ہے۔

”عائشہ بھی محمد صاحب پر عاشق تھی“ (صفحہ ۱۶۵)

اسی بڑبھیئے نے بحوالہ مدارج النبوۃ لکھا ہے کہ:۔

حضور علیہ السلام کو تیس آدمیوں کے برابر طاقت تھی“ (صفحہ ۷۴)

پس جب آنحضرت کی رجولیت (مردانہ طاقت) کا اعتراف خود مخالفوں کو بھی ہے تو پھر ایک نو عمر لڑکی سے شادی کرنا کونسی عقلی یا نقلی دلیل کے خلاف ہے۔

چیلنج کا جواب پنڈت کالیچرن نے اپنے رسالہ ”وچتر جیون“ کے صفحہ ۴۸ پر مسلمانوں کو چیلنج دیا ہے کہ ۹ سالہ لڑکی سے ترپن سالہ مرد کی صحبت کو طبی اصول پر صحیح کر دکھائیں غالباً انکا خیال ہے کہ اتنی عمر کی لڑکی نا بالغہ ہوتی ہے۔ اس لئے عائشہ صدیقہ

بھی نابالغہ ہوگی۔ ہم اصولاً اسے متفق ہیں کہ نابالغہ لڑکی سے ملاپ صحیح نہیں مگر (۹-۱۰) سالہ لڑکی اگر نابالغہ ہو تو (۸) سالہ کیسے بالغہ ہوگی جسکو (۲۴) سالہ نوجوان طاقتور کے حوالہ کیا جاتا ہے (دیکھو منوجی کا حوالہ مذکورہ) پس اگر (۸) سالہ لڑکی کا چوبیس سالہ جوان سے ملاپ درست ہو تو (۱۰) سالہ لڑکی کا ترپن سالہ بڈھے سے ملنا کیوں نادرست ہے؟ خاصکر اس حال میں کہ دس سالہ لڑکی بالغہ ہو اور ترپن سالہ طاقتور بیر نوجوان۔

سمجھیو! شیشہ کا گھر بنا کر دوسروں پر پتھر برسانا ہ

کھوجی کون دہرم ہے؟

نوٹ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زفاف کے متعلق بعض علماء (مولینا ابراہیم صاحب سیالکوٹی وغیرہ) کی تحقیق یہ ہے کہ ممدوحہ کی بابت جو ۹-۱۰ سال میں حضور کے گھر میں آنے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد خاوند سے ملاپ نہیں بلکہ محض رخصتی ہے اس دعوے پر۔ انھوں نے بہت سے حوالجات لغوی اور کتابی پیش کئے ہیں مطلب انکا یہ ہے کہ حضور کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت سودہ خانہ داری کی ذمہ وار تھیں جو بہت بوڑھی اور رحیم و شحیم ہونیکی وجہ سے انتظام نہیں کرسکتی تھیں اس لئے آنحضرت کی بہت سی ضروریات نامکمل رہ جاتیں اس لئے حضرت ابوبکر نے عائشہ کو رخصت کیا تاکہ حضور کو خانگی امور میں تکلیف نہو ملاپ کی عمر وہی ہے جو عموماً بالغہ لڑکیوں کی ہوتی ہے یہ مضمون انکا مع بعض علماء کی تائیدات کے اخبار اہلحدیث نومبر دسمبر ۲۴ء کے پرچوں میں چھپتا رہا۔ پس اس تحقیق کے مقابلہ میں کوئی اعتراض پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔

حضرت ام المومنین زینب

رضی اللہ عنہا

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق سے بوسے مری زباں کے لئے

مخالف نے صفحہ ۲۷ سے صفحہ ۳۰ تک کوئی بات قابل جواب نہیں لکھی صفحہ ۳۱ پر حضرت

زینبؓ کے نکاح کا ذکر کیا ہے مگر وہی بازاری ٹھٹھا مخول جس کا کوئی ثبوت معتبر اسلامی کتابوں سے نہیں دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس قصہ کے متعلق موافقین مخالفین نے بہت سی بے اعتدالیاں کی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اس قصہ کو بے اعتدالیوں سے الگ کر کے اسکا اصل جوہر پبلک کے سامنے لائیں گو اس سے پہلے بھی ہم اپنی متعدد تصانیف میں ذکر کر چکے ہیں لیکن آج اس کو خاص صورت میں پیش کرتے ہیں۔

ملک عرب میں ہندوستان کی طرح دستور تھا کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں دوسرے کے لڑکے کو متبنیٰ (لے پالک) بنا لیتے۔ اسکو مثل اپنے صلبی بیٹے کے جانتے۔ اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ اس متبنیٰ کی بیوی کو مثل سگی بہو کے سمجھتے۔ چونکہ یہ رسم قانون قدرت کے خلاف تھی کیونکہ باپ بیٹے کا تعلق بیج اور درخت کی طرح قدرتی ہے جو متبنیٰ میں نہیں پایا جاتا۔ متبنیٰ کو مثل صلبی بیٹے کے جاننا قانون قدرت کے برخلاف صریح اور رسم قبیح ہے پیغمبر اسلام جن رسومات قبیحہ کی اصلاح کرنے کو آئے تھے انہیں ایک رسم یہ بھی تھی جس کو رسم متبنیٰ کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک عام اور مقبول رسم تھی اسلئے اسکی اصلاح بھی صرف زبانی وعظ نصیحت سے نہیں ہو سکتی تھی بلکہ وعظ و نصیحت کے علاوہ مثال کی بھی محتاج تھی۔ چنانچہ اسکی اصلاح کیلئے دونوں طریق اختیار کئے گئے وعظ و نصیحت تو ان لفظوں میں فرمایا گیا۔

مَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ

خدا نے تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا یہ تمہارے مونہوں کی باتیں ہیں۔ اللہ سچ کہتا ہے اور سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ (پ ۲۱ ع ۱)

ان کو انکے باپوں کے نام سے بلایا کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت انصاف ہے۔ ہاں اگر تم انکے باپوں کو نہ جانتے ہو تو سمجھو کہ وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں (پس) انکو بھائی کہا کرو۔ بہر حال

. . . . بیٹیا مت کہا کرو)

کیسی نیچرل تعلیم ہے کہ جس کو قدرت نے نہیں جوڑا۔ تم اسکو قدرتی کی طرح مت سمجھو۔ بلکہ اسکے اصل سے اسکا ملاپ ظاہر کرنے کو انکی اصل ولدیت بلایا کرو۔

یہ لفظی تعلیم اتنی بڑی رسم قبیح کی اصلاح کیلئے کافی نہیں ہوسکتی تھی۔ اسلئے خدا نے مثال قائم کرنیکے لیئے اسی مصلح اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو منتخب کیا۔ جسکا نام قرآنی اصطلاح میں اسوۂ حسنہ رکھا گیا ہے۔ آنحضرت کو زید بن حارثہ (غلام) سے بہت محبت تھی یہانتک کہ رسم ملکی کے مطابق (منع سے پہلے) لوگ اسکو زید ولد محمد کہتے تھے! . . . . . .

. . . .

. . . اس زید (آزاد غلام) کا نکاح بھی حضور نے اپنے قریبی رشتہ میں ایک بڑی شریف لڑکی زینب سے کرا دیا تھا۔ جو حضور کے ہاتھوں میں پلی تھی۔ مگر اتفاق سے میاں بیوی میں سوءِ مزاجی پیدا ہوئی جسکی انتہا یہانتک پہنچی کہ میاں نے ارادہ کرلیا کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ چونکہ یہ عقد نکاح حضور علیہ السلام نے بڑی کوشش سے خود کرایا تھا۔ اسلئے آپ نے زید کو بہت سمجھایا۔ مگر وہ نہ مانا۔ یہانتک کہ اس نے زینب کو طلاق دیدی۔ اس سارے قصے کا ثبوت قرآن مجید کی آیات بینات میں ملتا ہے جو یہ ہیں:۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَى النَّاسَ ج وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ ط فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْہَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَہَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِہِمْ

(اے پیغمبر اس بات کو یاد کرو کہ) جب تم اُس شخص کو سمجھاتے تھے (یعنی زید بن حارثہ کو۔ جس پر اللہ نے (اپنا) احسان کیا (کہ اسلام کی توفیق دی)، اور تم بھی اسپر احسان کرتے رہے کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر (اور اسکو چھوڑ نہیں) اور تم اس (بات) کو اپنے دل میں چھپاتے تھے جسکو (آخرکار) اللہ ظاہر کرنیوالا تھا اور تم (اس معاملے میں) لوگوں سے ڈرتے تھے اور خدا اسکا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ پھر جب زید اس (عورت) سے

اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا	بے تعلقی کرچکا (یعنی طلاق دیدی اور عدت کی مدت پوری ہوگئی) تو ہم نے تمہارے ساتھ اُس عورت، کا نکاح کردیا تاکہ (عام مسلمانوں کے لیے) یالک جب اپنی بیبیوں سے بے تعلق ہوجائیں تو مسلمانوں کیلئے اُن عورتوں نکاح کرلینے میں کسیطرح کی تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو ہوکر ہی رہیگا

(پارہ ۲۲- ع ۲)

ان آیات میں ایک لفظ زَوَّجْنَا کہا آیا ہے۔ جو قابل غور ہے اسمیں شک نہیں کہ بہت سے مسلمان مصنفوں نے بھی اسمیں کوتاہی ہوئی ہے کہ اُنھوں نے اس لفظ سے یہ سمجھا ہے کہ حضور کا یہ نکاح زمین پر نہیں ہوا تھا بلکہ آسمان پر ہوا تھا اور بس۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ باقاعدہ نکاح ہوا۔ زینب کا بھائی ابو احمد اس کی طرف سے ولی بنکر شریک مجلس ہوا چنانچہ تاریخ ابن ہشام کے الفاظ اس واقعہ کے متعلق یہ ہیں:۔

تزوج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم زینب بنت جحش وزوجہ ایاھا اخوھا ابو احمد بن جحش واصدقھا رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم اربعمائۃ درھم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش کے ساتھ نکاح کیا اور اُسکے بھائی ابو احمد نے اسکی وکالت کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زینب کو چار سو درہم مہر دیا۔

(صفحہ ۴۲۴) برحاشیہ زاد المعاد مصری۔

پس اس شہادت واقعہ کو ملحوظ رکھکر آئت (زَوَّجْنٰكَهَا) کے یہ معنی ہوئے کہ "ہم (خدا) نے تجھے (اے نبی) اس (زینب) کے نکاح کی اجازت دی" تاکہ قبیح رسم متبنّے کی اصلاح ہوسکے۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت زینب فخر کرتی تھیں کہ میرا نکاح آسمان پر ہوا ہے اسکے معنی بھی یہی ہیں۔ فخر یہ تھا کہ خاص ذکر کرکے نکاح کی اجازت بالفاظ قرآن کسی دوسری بیوی کو نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضور نے زینب کے نکاح کا ولیمہ وغیرہ رسوم نکاح جو ادا کیں ان کا ثبوت کثرت سے روایات میں ملتا ہے۔ پس واقعہ اتنا ہے کہ اس رسم قبیح (متبنّے مثل اولاد ہونے) کو مٹانے کی غرض سے یہ مثال قایم کی گئی۔ چنانچہ خود قرآن مجید میں اس کی حکمت ان لفظوں میں بیان کیگئی ہے۔

لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	(نکاح کی اجازت آپ کو) اس لئے دیگئی ہے کہ مسلمانوں

حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا	پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح میں کوئی رکاوٹ نہ ہو جب وہ لے پالک اُن بیویوں سے اپنا تعلق قطع کرلیں

یعنی اگر ایسا اتفاق پیدا ہو جائے تو نکاح حرام نہ جانیں۔ اس حکمت اور مصلحت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان اپنے متبنٰے کی بیوی سے (جب وہ طلاق دیدے) نکاح کر سکتا ہے تو کیا وہ مسلمان یہ کہنے کا مجاز ہے کہ اس عورت (لے پالک کی بیوی) سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے (ہمیں) ہرگز کوئی مسلمان اس کا حوصلہ نہیں کر سکتا (کوئی مفتی اس کا فتوےٰ دیسکتا ہے۔ بلکہ یہی فتوےٰ ہے کہ بعد انقضائے عدت کے باقاعدہ نکاح کرے +

ہاں ہم مانتے ہیں کہ بعض تفسیروں میں یہ قصہ یوں آیا ہے کہ:۔

"حضور نے زینب کو دیکھا تو اُسکے حسن کی وجہ سے پیاری معلوم ہوئی بلکہ آپ کے دل میں گھر کر گئی۔ زینب نے یہ ذکر اپنے خاوند زید سے کیا تو اُسنے ناپسند کیا کہ ایسی عورت کو میں اپنی بیوی بناؤں جس سے آنحضرت کو محبت ہو"

ہمیں تسلیم ہے کہ یہ روایت بعض تفسیروں میں ہے۔ مگر ساتھ اس کے اس کی تردید بھی ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن وغیرہ میں اس روایت کے متعلق یہ الفاظ ہیں:۔

هذا اقدام عظیم من قائله وقلة معرفته بحق النبی صلے الله علیه وسلم وبفضله وکیف یقال رآها فاعجبته وهی بنت عمته ولم یزل یراها منذ ولدت ولا کان النساء یحتجبن منه صلی الله علیه وسلم وهو زوجها لزید فلا یشك فی تنزیه النبی صلی الله ان یامره بامساکها وهو یحب تطلیقه ایاها کما ذکر عن جماعة من المفسرین (تفسیر خازن - مطبوعہ	ایسا کہنا کہ آنحضرت زینب کو دیکھکر مغلوب المحبت ہوگئے، اس قائل کی طرف سے اسکی عدم معرفت کی وجہ سے نبوت پر سخت حملہ ہے۔ کس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ زینب کو دیکھا اور آپ کو پسند آئی حالانکہ وہ حضور کی پھوپھی زاد تھی ہمیشہ حضور اسکو دیکھا کرتے۔ کیونکہ عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں (پردہ کا حکم زینب کے ولیمہ کے بعد نازل ہوا تھا) حضور نے خود اس کا نکاح زید سے کیا تھا۔ پس ایسے بیہودہ الزام سے کہ حضور زید کو زینب کے رکھنے کا حکم کرتے تھے اور دل میں اسکی طلاق چاہتے تھے۔ حضور کی بریت میں شک نہیں ہو سکتا۔ یہ قول بعض مفسرین سے منقول ہے"

مصر جلد دوم صفحہ ۶۸۴)

پنڈت کالیچرن کی دیانت اور امانت یہ وہی پنڈت جی ہیں جن کا ذکر شروع سے آرہا ہے کہ انھوں نے بھی حضور علیہ السلام کی زندگی کے حالات میں ایک کتاب بزبان ہندی (ناگری) لکھی ہے جس کا نام ہے "وچتر جیون" آپ نے وہی روش اختیار کی ہے جو عام طور پر آریہ سماجی مصنفوں خصوصًا تردید اسلام میں عیسائیوں کے مقلدوں کی ہے کہ بغیر دیکھے اس کتاب کے اور بغیر سمجھے اصل مضمون کے اپنے لفظوں میں واقعات بنا کر مخلوق خدا کو دھوکہ دیکر خدا کے سچے دین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام منحرف کرتے ہیں۔

آریہ سماج کی شکایت اور کسی کو اور طرح کی ہوگی۔ ممکن ہے کسی کو شدھی میں ناجائز کارروائی کی ہو۔ یا کسیکو اعتراضات میں تلخ کلامی کی ہو۔ لیکن ہمیں جو بڑی شکایت ہے وہ انکی بے انصافی کی ہے جو تعصب پر مبنی ہے۔

خدا گواہ ہے میں اپنی ذات سے کہتا ہوں۔ اسلام پر اعتراض سننے سے میں کبھی نہیں گھبراتا نہ ناراض ہوتا ہوں۔ نہ شکایت کرتا ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید کو میں ایک بڑی اعلےٰ درجہ کی مناظرہ کی کتاب پاتا ہوں جبکہ وہ بڑی فراخدلی سے مخالفوں کے اعتراض سنتا اور جواب دیتا ہے تو پھر مجھے انکے اعتراضوں سے کیوں رنج یا ملال ہو مجھے شکایت ہے تو یہ ہے کہ مخالفین اسلام خصوصًا آریہ سماجی بتقلید سوامی دیانند اصلی مفہوم سمجھنے سے پہلے قرآنی اور حدیثی الفاظ میں اپنا مفہوم داخل کر کے اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ گزشتہ واقعات کے علاوہ ناظرین مندرجہ ذیل واقعہ سنیں۔ پنڈت کالیچرن اپنے رسالہ "وچتر جیون" میں حضرت ام المومنین زینب کے نکاح کی بابت بحوالہ کتاب "مدارج النبوۃ" اور "روضۃ الاحباب" لکھتے ہیں۔

"محمد صاحب ایک دن زید کے گھر گئے اور بیٹے (زید) کی بہو کو ایسے کپڑوں

ملہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ بجائے بیٹے کے متبنیٰ یا لے پالک لکھتے مگر ایسا کہنے سے انکا مقصود حاصل نہ ہوتا اور نا واقفوں کو فریب کیسے دیتے۔ چنانچہ آریہ سماجیوں نے ہندی میں ایک ٹریکٹ شائع کیا جسکا نام ہی انہیں لفظوں میں ہے یعنی "بیٹے کی بہو کے بیاہ" کسقدر غلط بیانی اور دروغ بیانی ہے کہ لے پالکوں کو بیٹا کہا جاتا تھا مگر اس قوم کے ساتھ جو بیاہ شادی قانون قدرا میں تحتی تعلیم مذہب ایسا کہا جاتا ہو بر خلاف رسمِ ظلم (معہ)

دیکھا کہ اس کا حسن نہ چھپ سکا۔ پیغمبر صاحب کی طبیعت نے جوش کھایا اور منہ سے میں چلا اُٹھے۔ سبحان اللہ مقلب القلوب۔ زینب نے یہ بات سنی ان سنی کردی اور اپنے خاوند کو یہ بات بتائی (اسکے خاوند) زید نے زینب کو طلاق دیدی اور پھر حضرت نے اس سے شادی کر لی"۔ (صفحہ ۱۷۶)

ہم نے ان دونوں حوالوں کی تلاش پنڈت جی کی بتائی ہوئی کتابوں میں کی تو ان میں اس قصہ کا ذکر اس طرح نہیں پایا۔ بلکہ پنڈت جی کی پوری تردید پائی چنانچہ ان کتابوں کی اصل عبارت مع ترجمہ نذرِ ناظرین ہے:۔

پنڈت جی نے دو کتابوں (مدارج النبوۃ اور روضۃ الاحباب) کا حوالہ دیا ہے۔ اُن میں سے پہلی کتاب (مدارج) میں خود روضۃ الاحباب کا حوالہ دیکر اس کی عبارت نقل کر دی ہے اسلئے ہم بھی روضۃ الاحباب ہی سے نقل کرتے ہیں۔ مصنف روضہ مذکور لکھتے ہیں:۔

اصل فارسی عبارت

نقلست کہ آں سرور زینب را برائے زید خواستگاری نمودہ۔ زینب پنداشت کہ برائے خود میخواہد۔ آں خطبہ را قبول نمود وچوں دانست کہ خواستگاری برائے زید بودہ اِبا کرد و سر باز زد۔ چہ زینب صاحب جمال و دختر عمۂ آنحضرت و در وے حدت و تندی بود۔ گفت یا رسول اللہ من زید را نمیخواہم چراکہ وے آزاد کردہ ایست و برادر زینب عبداللہ بن جحش دریں ابا با خواہر متفق بود و در روایتے آنکہ زینب گفت یا رسول اللہ بتحقیق کہ خاطرت میخواہد کہ زید شوہر من باشد فرمود آرے گفت چنین ست من نا فرمانی

ترجمہ

روائت ہے کہ آنحضرت نے زینب کو زید کے لئے نکاح کا پیغام دیا۔ زینب نے سمجھا کہ حضور نے اپنے لئے پیغام دیا ہے اس لئے اُس نے پیغام قبول کر لیا مگر جب معلوم ہوا کہ زید کیلئے پیغام ہے تو اُسنے انکار کر دیا کیونکہ زینب بڑی خوبصورت اور آنحضرت کی پھوپھی زاد تھی اُسکی طبیعت میں ذرہ تیزی بھی تھی اسلئے اُسنے کہا کہ حضور میں آزاد شدہ غلام کے ساتھ نکاح کرنا پسند نہیں کرتی۔ اس انکار میں زینب کا بھائی بھی شریک تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ زینب نے کہا یہ امر آپکے من پسند ہے کہ زید میرا خاوند ہو

رسول خدا میخواہم ایں خطبہ را قبول کردم
پس حضرت وے را بزنی بزید داد و ویرا
مہر دہ دینار زر سرخ و شصت درہم و مقنعہ
و چادرے و پیراہنے و پنجاہ مد گندم و سی
صاع خرما برائے زینب فرستاد و مدت
یکسال یا بیشتر زینب با زید بود۔ القصہ
بعد از تزویج ایشاں حق تعالی پیغمبر خویش
را اعلام تزویج ایشاں حق تعالے پیغمبر
خویش را اعلام کرد کہ در علم قدیم ما چنیں مقرر
شدہ کہ زینب داخل زنان تو گردد۔ پس
میان زید و زینب ناسازگاری پیدا شد
چنانچہ میان بعض ازواج مے باشد
تا بغایتے کہ زید بہ تنگ آمد و بنزد آنسرور
رفت و از زینب شکایت کرد و گفت
یا رسول اللہ میخواہم کہ زینب را طلاق دہم
کہ با من بسیار تندخوئی میکند و بانش برمن
دراز گشتہ۔ حضرت فرمود زن خود را
نگاہدار و از خدا بترس فاما چوں از حقتعالے
معلوم کردہ بود کہ زینب داخل زوجات
وے خواہد بود خاطر مبارکش میخواست کہ
زید ویرا طلاق دہد۔ لاکن شرم داشت
کہ او را امر کند بطلاق زینب و نیز از آں مے
اندیشید کہ مردم گویند زن پسر خواندہ خود را

حضور نے فرمایا ہاں زینب نے کہا جب
ایسی بات ہے تو میں بھی اللہ کے رسول
کی بے فرمانی نہیں کرتی۔ لہذا مجھے بھی یہ
پیغام منظور ہے۔ پس حضور نے زینب
کو زید سے بیاہ دیا۔ بعد نکاح کے اللہ
تعالے نے حضور کو بذریعہ کشف اطلاع
دی کہ ہمارے علم میں یہ بات مقدر ہے کہ زینب
آپ کی بیوی ہوگی۔ اس کے بعد واقعی طور
پر میاں بیوی (زید اور زینب) میں کچھ
سوء مزاجی پیدا ہوگئی۔ یہانتک کہ زید
تنگ آگیا اور حضور کی خدمت میں حاضر
ہو کر بولا:۔

حضور! میں ارادہ کر چکا ہوں کہ زینب
کو طلاق دیدوں۔ کیونکہ وہ میرے
ساتھ بہت بدسلوکی اور تندخوئی اور زبان
درازی کرتی ہے۔ حضور نے فرمایا اللہ سے ڈر
لیکن چونکہ خدا کے علم میں تھا کہ زینب حضور
کی بیویوں میں داخل ہوگی اسلئے حضور
کے دل میں آیا کہ زید اس کو طلاق دیدے
لیکن اس کو طلاق کا حکم دینے سے شرم
آتی تھی کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے لے پالک
بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی ہے۔ حالانکہ
عرب میں بزمانہ جاہلیت کے پالک کی

میخواہد و حال آنکہ در جاہلیت زن کسے
راکہ بہ پسرے قبول کردہ بودند حرام
میدانستند ہمچون زن پسر صلبی خود۔
نقلست کہ چوں عدت زینب منقضی
شد پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زید
راگفت برو و زینب را برائے من خواستگاری
نما و حکمت و تخصیص زید بآں کار آں بود
کہ مردم گمان نبرند کہ آں قصہ بر سبیل
قہر واقع شدہ و بے رضائے زید
و معلوم شود کہ در دل زید حب زینب
باقی نبودہ بآں معنی خوشنود بود۔

بیوی کو سگی بیوی کی طرح جانتے تھے۔
زید کے طلاق دینے کے بعد جب زینب
کی عدت پوری ہوگئی تو پیغمبر صاحب نے
زید ہی کو زینب کے پاس اپنا پیغام نکاح
دیکر بھیجا تھا کہ زید کو اسلئے یہ کام سپرد
ہوا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ زینب
کو طلاق دینا حضورؐ کے جبر سے
نہ ہوا تھا۔ حالانکہ زید راضی نہ تھا اور معلوم
ہو جائے کہ زید کے دل میں زینب کی
محبت نہ رہی تھی۔ اس وجہ سے
وہ یہ کام کرنے پر راضی تھا۔

(غرض اس کے بعد بطریق مندرجہ صفحہ ۴۳ کتاب ہذا نکاح ہو گیا)

نوٹ اس عبارت میں جو یہ ذکر ہے کہ حضور دل میں چاہتے تھے کہ زید طلاق دے یہ قائل کا اپنا خیال ہے ورنہ دراصل صحیح بات جو قرینہ صحیحہ سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ حضور کے دل میں یہ تھا کہ میرے ہی زور دینے سے زینب نے زید سے نکاح کرنا منظور کیا تھا۔ اب زید کے طلاق دینے سے جو تکلیف زینب کو ہوگی اُس کی ذمہ داری مجھ پر عاید ہوگی اسلئے اگر زید طلاق دینے سے باز نہ آیا تو اسکی تلافی میں یوں کرونگا کہ زینب کے ساتھ خود نکاح کرلونگا۔ لیکن ایسا کرنے سے ملکی رسم مانع تھی۔ قرآن مجید کی آیت وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ یہی مضمون بتا رہی ہے جو ہم نے بتایا ہے؛

سماجی مترو! عبارت مرقومہ کو غور سے پڑھو اور بتاؤ کہ پنڈت کالی چرن نے جو دعوے کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے زینب کو باریک لباس میں دیکھا جس سے دل قابو میں نہ رہا اور زینب نے زید سے یہ واقعہ ذکر کیا وغیرہ وغیرہ۔ اس دعوے کا ثبوت اس عبارت منقولہ میں ہے؟ اگر ہے تو ہمیں اطلاع دو نہیں تو پنڈت جی سے پوچھو کہ آریہ دھرم کے

کے مطابق جھوٹ بولنے اور لکھنے والا کس جون میں جائیگا؟ ہاں تم سماجی متروں سے
ہم صرف یہ نویدن (عرض) کرتے ہیں کہ اپنے چوتھے[۵] اصول کو یاد کرکے اسپر عمل کرو ورنہ
عالم الغیب خدا (انتریامی پرماتما) کے سامنے جوابدہی کے لئے تیار ہو جاؤ ۔

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ ۔۔۔ وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کیلئے

تحقیقی بات | یہ ہے کہ زینب کو دیکھنے یا اس کی محبت دل میں رکھنے اور چھپانے کا قصہ نہ تو
حضور نے بتایا ہے ۔ نہ کسی صحابی سے روائت آئی ہے ۔ حالانکہ یہی دو ذریعے حقیقت
حال معلوم کرنے کے تھے ۔ یہ روائت پچھلے لوگوں میں سے دو شخصوں سے آئی ہے جن کے
نام ہیں محمد بن یحییٰ بن حبان اور ابن زید اور دونو نچلے طبقے کے ہیں جنکو اصل حال کا علم
نہیں محض اپنے دل سے ایسی بات کہدی جو خود نبی سے یا کسی صحابی سے اُنھوں نے نہیں سنی
تھی ۔ لہٰذا بطریق اصول محدثین یہ بات سند نہیں ہو سکتی ہے ۔ اسی لئے علماء محققین
نے اسکی تردید بڑی شرح و بسط سے لکھی ہے ۔ جو تفسیر خازن سے اوپر نقل ہوئی ہے ۔
مختصرا یہ ہے کہ متبنّےٰ کی رسم جس سے اہل عرب اور اہل ہند ملی معنی میں لے پالک کو
بیٹا جانتے تھے قانون قدرت کے صریح خلاف ہے ۔ اس لئے دنیا کے مصلح اعظم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے خدا نے اسکی اصلاح کرائی ۔ مگر جو لوگ اس رسم سے بھی زیادہ ناپسندیدہ
رسوم کے قائل بلکہ پابند ہیں اُنکے خلاف طبع ہوئی ۔

اس رسم سے بدترین رسم وہ ہے جس کا نام نیوگ ہے جسکی صورتیں دو ہیں :-

(۱) کوئی مرد اپنے میں قوت مردانگی نہ پائے تو اپنی استری (بیوی) کو اجازت دے کہ تو
کسی اور سے بچہ پیدا کرا ۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی مرد لاولد مرجائے تو اس کی بیوہ عورت کسی جوان
سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کرلے ۔ اس اولاد کی بابت آریوں کے گرو سوامی دیانند
لکھتے ہیں :-

لڑکے ویرج داتا (نطفہ والے باپ) کے نہ بیٹے کہلاتے ہیں نہ اسکا گوتر ہوتا ہے اور

---

۵ آریوں کا چوتھا اصول ہے کہ سچ کو ماننے اور جھوٹ کو چھوڑنے کیلئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے ([illegible])

نہ اس کا اختیار اُن لڑکوں پر رہتا ہے۔ بلکہ وے متوفیؓ خاوند (جس سے اُن کو نطفہ کا تعلق نہیں اس) کے بیٹے کہلاتے ہیں اسی کا گوتر رہتا ہے اور اسی کی جائداد کے وارث ہو کر اسی کے گھر میں رہتے ہیں"۔ دستیارتھ پرکاش باب ۴ نمبر ۱۱۔

ماشاء اللہ کیا ہی نیچرل تعلیم ہے۔ بیج کسی کا اور پھل کسی کو۔

سماجیو! نیم ودہرم سے کہنا یہی تعلیم ہے جس کی بابت تم کہا کرتے ہو کہ جہاں سائنس جائیگا ویدک جھنڈا وہاں پہلے لہرائے گا؟

چونکہ آریہ سماجی اس قسم کی ناپسندیدہ رسوم کے پابند ہیں۔ اس لئے اُن کو یہ سخت ناگوار ہوا کہ رسم متبنیٰؓ کی کیوں کی گئی۔ چنانچہ رنگیلے مہاشہ نے نکاح زینب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ قابل دید و شنید ہے۔ ناظرین ہماری مرقومہ بالا تقریر کو ملحوظ رکھکر رنگیلے مہاشہ کی سنئے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

ایکؓ دن محمد زید کی عدم موجودگی میں اس کے گھر جا نکلا۔ چلمن کے پیچھے زینب بیٹھی تھی۔ اُس نے رسول کی آواز سنی تو جلدی سے اُسے اندر لانے کا اہتمام کرنے لگی۔ محمد کی نگاہ اس کے حسن بے حجاب پر پڑی۔ دل پر بجلی سی گری منہ سے نکلا سبحان اللہ! تو کیسی خوبصورتی کی صنعت کرتا ہے۔

زینب نے یہ لفظ سن لئے اور دل ہی دل میں پیغمبر کے دل پر قابو پا جانے کی خوشیاں منانے لگی۔ زید سے شاید اسکی نہ بنتی تھی۔ لاکھ محمد کا متبنیٰؓ ہو۔ آخر غلام تھا اور یہ خالص قریشی۔ زید آیا تو اس سے زینب نے اس ماجرے کا ذکر کیا۔ محمد سے عقیدت سمجھو یا شاید اس کا دل پہلے سے ہی زینب سے کھٹا ہو۔ دوڑا دوڑا محمد کے پاس گیا اور اپنی بیوی کو جس پر اب محمد کا دل آ چکا تھا۔ طلاق دینے کی آمادگی ظاہر کی۔ محمد نے روکا اور کہا آپس میں خوشی خوشی گزارہ کرو۔ لیکن زید کو اس بیوی کا خاوند بنے رہنے سے حاصل؟ جو دل دوسرے کو دے چکی ہے؟ اس نے زینب کو طلاق دے ہی دیا۔

اب زینب محمد کے گرد ہوئی۔ کہ مجھے اپنی خدمتگاروں میں لیجئے۔ محمد کو

پس و پیش کہ خواہ مخواہ بدنامی ہوگی۔ آخر وحی نے مشکل حل کر دی اور سورۂ آئی
"خدا نے انسانوں کو دو دل نہیں دئے ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ نہ تمہارے گود لئے بیٹے
اپنے بنا دئے ہیں۔ جو تم کہتے ہو۔ یہ تمہارے منہ سے نکلتا ہے۔ مگر اللہ حقیقت
سے واقف ہے وہ راہ راست دکھاتا ہے۔ تمہارے متبنوں کو چاہئے کہ
وہ اپنے باپ کے نام سے مشہور ہوں اور جب تو نے ایک ایسے بندے سے
جس پر اللہ کا بھی فضل ہے اور تیرا بھی فضل ہے۔ کہا کہ تو اپنی بیوی اپنے
پاس رکھ اور اللہ کا خوف کر اور تو نے اپنی چھاتی میں چھپایا۔ جو اللہ کی مرضی تھی
کہ ظاہر ہو اور تو انسان سے ڈرا حالانکہ اللہ زیادہ قابل ہے ڈرنے کے۔
اور جب زید نے طلاق کی رسم پوری کر دی۔ ہم نے تجھے اس سے بیاہ دیا
تاکہ مومنوں کو اس کے بعد اپنے متبنوں کی بیویوں سے شادی کرنا برا نہ ہو
بشرطیکہ انکی طلاق کی رسم پوری ہو چکی ہو۔ اور اللہ کا حکم ضرور پورا ہوگا[۴]
محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں۔ وہ اللہ کا رسول ہے اور خاتم المرسلین ہے
اور اللہ سب کچھ جانتا ہے" (سورہ احزاب رکوع ۵)

یہ الفاظ ہم نے اس لئے نقل کئے کہ محمد کے دل کی حالت کا پتہ ناظر کو لگ سکے
زینب کی زیارت کے بعد محمد نے جھوٹ موٹ کا تامل ظاہر کیا ورنہ دل میں
عشق کی آگ اپنا اثر کر چکی تھی اور دم بدم بھڑک رہی تھی۔
وحی ہو گئی اور محمد نے فوراً زینب کے پاس پیغام بھیجا کہ پرماتما نے تجھے
مجھ سے ملا دیا پھر تو نکاح کی بھی ضرورت[۵] نہ رہی۔ جہاں اللہ دل ملا دے
وہاں قاضیوں اور نکاح خوانوں کا بیچ میں پڑنا اس پاک عقد کا مخل نہیں
تو اور کیا ہے؟ عوام کی تشفی کرنا لازم تھا سو کہہ دیا۔ اللہ نے نکاح پڑھا ہے
اور جبرائیل گواہ[۶] ہیں اور ان دو شرطوں کے علاوہ نکاح کی اور شرط
بھی کیا ہے؟

[۵] محض جھوٹ (مصنف) [۶] نکاح کا پیغام دیا اور باقاعدہ نکاح ہوا۔ دیکھو صفحہ ۲۱۴ کتاب ہذا)

[۴] محض جھوٹ کہتے ہو (مصنف)

"رنگیلے رسول کا یہ رنگ نہایت عجیب ہے۔ بیٹا بیٹا نہ رہا۔ بہو بہو نہ رہی" (صفحہ ۴۱ تا ۴۴)

جواب مخالف کی اس ساری تقریر کا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں۔ ناظرین بغور دیکھیں اور اس کا اپنا اعتراف دوبارہ پڑھیں جو یہ ہے:۔

آریہ شاستروں میں خانہ داری کی میعاد پچیس برس مقرر ہے یہ میعاد محمد نے نہایت پاکیزگی سے بسر کی اس لئے ہم اسے آریہ خانہ دار کہہ سکتے ہیں" (صفحہ ۱۵)

سماجی سجنو! انصاف کرو جو شخص پچاس برس کی عمر تک ایسا پاکیزہ اخلاق رہا ہو جسکی پاکیزگی پر تم بھی فخر کرو تو وہی (تمہارا آریہ خانہ دار) پچاس سے اوپر (۵۰) برسوں کی عمر کو پہنچے تو نفسانی جذبات سے مقہور ہو جائے؟ "ایں چہ بوالعجبی ست"

اصل بات وہی ہے جو ہم نے بتائی ہے کہ ملک میں ایک قبیح رسم خلاف منشاء قانون قدرت جاری تھی۔ یعنی دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانے اور رکھنے کی اس رسم بد کی اصلاح کے لئے خدا نے اپنے نبی کو نمونہ بنایا۔ چونکہ آریوں میں بھی وہی بلکہ اس سے بھی قبیح تر رسم رائج ہے۔ اس لئے وہ اس نکاح پر معترض ہوتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی شان میں طرح طرح کی گستاخی کے الفاظ زبان اور قلم سے نکالتے ہیں حالانکہ بات اصل یہ ہے کہ ؎

انھوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم کو بتا دینگے

تنقیح طلب امر حضرت زینب کے نکاح میں بحث طلب امر صرف ایک ہے وہ یہ کہ منہ بولا بیٹا قدرتی بیٹا ہو سکتا ہے؟ اہل اسلام اس کے منکر ہیں ان کا بیان ہے کہ بیٹے باپ کا تعلق قدرتی ہے۔ اسی لئے بچہ باپ کا بیٹا تو کہلاتا ہے مگر چچا کا بیٹا نہیں کہلاتا۔ نہ بیٹے کی طرح چچا کا وارث ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے آریہ اور دیگر مخالفین اسلام خلاف قانون قدرت اسکو بیٹے کی طرح جانتے ہیں۔ دل میں نہیں تو اسلام کے مقابلہ میں محض اظہار مخالفت کرنے کو ایسا کرتے ہیں واس لئے اہل انصاف کے سامنے ہم اس تنقیح کو پیش کر کے دریافت کرتے ہیں کہ کہیں ایسا ہوا ہے کہ مصنوعی گلاب

قدرتی گلاب کی طرح فرحت بخش ہو سکے ؟ اگر نہیں تو رنگیلے مہاشہ کا یہ کہنا کیسا دھوکہ بلکہ فریب ہے کہ "بیٹا بیٹا نہ رہا، بہو بہو نہ رہی"
ہاں یوں کہنا چاہئے تھا کہ قدرتی اور بناوٹی بیٹے اور اصلی اور نقلی بہو میں فرق ہو گیا کیا سچ ہے ؎

بس ہو رہیگا عشق و ہوس میں بھی امتیاز   آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

بہتان نئے رنگ میں

(حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا)

رنگیلے مہاشہ کی پختہ عادت ہے کہ اپنے دلی خیالات کو واقعات کی شکل میں پیش کرتا ہے جو ایک دیانتدار مصنف سے بہت دور ہے۔ ہم نے اس کے رسالہ میں کئی ایک جگہ ایسا دیکھا چنانچہ مندرجہ ذیل الفاظ اُسکے اسی قسم کے ہیں لکھتا ہے:۔

"ہجرت کے بعد محمد کو یہودیوں سے طرح طرح کی امیدیں تھیں۔ اس نے اُنسے دوستی کا رشتہ گانٹھا اُنکے مذہب کی تعریف کی اور اپنے مذہب کی تعریف کی اور اپنے مذہب کی حقانیت کا سرٹیفکیٹ بھی انہی سے حاصل کیا بعد میں جب اس کے پیرووں کی تعداد بڑھ گئی تو وہی یہود محمد کے لئے بدظنی کا باعث ہوئے۔ خار بنکر اُسکی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔ ایک دن آیا جب اُن کا محاصرہ کیا گیا اور جب وہ معافی کے طلبگار ہوئے تو فیصلہ ہُوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ سیکڑوں یہودی آن کی آن میں تلوار کی گھاٹ اُتر گئے ایک عورت کو بھی اسکی اپنی استدعا پر قتل کیا گیا" (صفحہ ۳۷)

ناظرین! اتنے بڑے دل آزار اور ہتک آمیز دل شکن دعوے کا حوالہ کسی معتبر اسلامی تاریخ سے نہیں دیا۔ اس لئے اسکا اصل جواب تو وہی تھا جو انکے گرو سوامی دیانند[1]

---

[1] ستیارتھ پرکاش باب ۱۰ نمبر ۲ صفحہ ۷۔

اور ایشیاء کے استاد الاخلاق شیخ سعدی مرحوم نے سکھایا ہے کہ ؎

جواب جاہلاں باشد خموشی

لیکن ہم اسی جواب پر کفایت نہیں کرتے بلکہ اس کو کھول کر بتاتے ہیں :۔

پیغمبر اسلام علیہ السلام نے یہودیوں کے مذہب کی کبھی تعریف نہیں کی نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ اُن سے کوئی خیر کی امید رکھی بلکہ قرآن مجید میں صاف صاف اعلان ہے کہ یہودی مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں۔ غور سے پڑھیئے۔

وَلَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا (پارہ ۶)

(ترجمہ) تم یہود اور مشرکین کو مسلمانوں کے حق میں سخت ترین دشمن پاؤ گے۔

یہ ہے مہاشہ کی پہلی کذب بیانی۔

ہاں آریوں کے گرو سوامی دیانند نے ایسا کام کیا تھا کہ پہلے پہل ستیارتھ پرکاش میں ہندوؤں کو گانٹھنے کے لئے انکی رسم شرادھ وغیرہ کو جائز بتایا ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء اسکے بعد جب آریوں کی تعداد کچھ نظر آنے لگی تو اس رسم کی سخت ترین تردید کر دی۔ غالباً مہاشہ کو شیشہ میں اپنا چہرہ نظر آیا ہوگا۔

محاصرہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو یہودان مدینہ سے باہمی امداد کا معاہدہ ہوا تھا۔ ہجرت کے چوتھے سال مشہور جنگ خندق کے موقع پر مشرکین مکہ نے جب مسلمانوں پر چڑھائی کی تو مدینہ کے یہودیوں کی دونوں قومیں بدعہدی کر کے اُن سے مل گئیں چنانچہ اسکے متعلق مؤرخ ابن خلدون کے الفاظ یہ ہیں :۔

کان بنو قریظة موادعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتاھم حیی فاغراھم فنقضوا العھد ومالوا مع الاحزاب (البقیہ جزو ثانی صفحہ ۲۹)

یہود بنی قریظہ آنحضرت کے ہم عہد تھے ان کے پاس ایک قبیلہ آیا اُسنے ان کو بھکایا تو انہوں نے وعدہ توڑ دیا۔ اور مخالفوں کی جماعت میں مل گئے

مورخ ابو الفداء کے الفاظ یہ ہیں

کانت بنو قریظة قد عاهد وا لنبی صلی اللہ علیہ وسلم فما زال علیہم احبابھم من الیھود حتی نقضوا العھد وصاروا امع الاحزاب (صفحہ ۱۳۵)	(قبیلہ بنو قریظہ (یہود) نے حضور کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ پھر انھوں نے وعدہ خلافی کی اور (جنگ احزاب میں) مخالف جماعتوں کے ساتھ مل گئے۔

اس غدر اور بد عہدی اور مخالفانہ جنگ کی سزا میں حضور علیہ السلام نے ان بدعہدوں کا محاصرہ کیا اور خود اُنکی درخواست سے سعد بن معاذ حکم مقرر ہوئے جنھوں نے فیصلہ دیا کہ ان بدعہدوں میں جو لڑنے کے قابل ہیں وہ قتل کئے جاویں اور زن و بچوں کو لونڈی غلام بنایا جائے۔ جس عورت کے قتل کا ذکر مہاشہ نے کیا ہے اسکا نام بنانہ تھا جرم اسکا یہ تھا کہ اُسنے خلاد بن سُوَید صحابی پر مکان پر سے چکی کا پاٹ (پتھر) دے مارا تھا جس سے وہ مرگیا تھا (ابن خلدون تتمہ جزو ثانی صفحہ ۳۲) اسکی خواہش پر اسکو قتل نہیں کیا بلکہ خون کے بدلہ میں قتل ہوئی۔

ہاں ریحانہ رضی اللہ عنہا کی بابت مہاشہ کو بہت رحم آیا ہے۔ مگر افسوس کہ اسکی اصلیت بھی چھپا کر۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک معزز خاندان کی لڑکی تھی۔ حضور کے حصہ خاص میں لونڈی ہو کر آئی تھی۔ حضور نے اس کی عزت افزائی کرنے کو فرمایا میں تجھے آزاد کرکے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا میں حضور کی لونڈی رہنا پسند کرتی ہوں چنانچہ وہ لونڈی ہی رہی (تاریخ ابن اثیر کامل جلد ۲ صفحہ ۸۹)

ناظرین! یہ ہے وہ واقعہ جو مخالف نے بالکل الٹ پلٹ کر اپنے مطلب کا بنا کر پیش کیا تاکہ سوامی دیانند کے قول کی تصدیق ہو کہ

"مذہب کے تعصب میں پھنسے ہوئے عقل کو زائل کرنے والے متکلم کے خلاف منشاء کلام کے معنی کیا کرتے ہیں" (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷)

ہاں یہ خوب کہا کہ یہودیوں سے سرٹیفکٹ لیا۔ مہربانی کرکے اس سرٹیفکیٹ کی عبارت تو ذرہ نقل کی ہوتی +

سماجیو! جھوٹ بولنا۔ جھوٹ پھیلا کر ملک میں فساد مچانا کھوجی کون دھرم ہے؟

آگے چلئے | مہاشہ جی لکھتے ہیں:۔

"بنی مصطلق کی مہم میں دیگر مال و اسباب کے ساتھ جویریہ نامی ایک یہود عورت ہاتھ آئی اس کی قیمت اس کے فاتحوں نے زیادہ لگائی اور وہ محمد کے پاس فریاد لے گئی محمد نے قیمت گھٹانے کی بجائے وہ پہلی قیمت خود ادا کر دی اور اُسے اپنی زوجیت میں قبول فرما لیا۔" (صفحہ ۳۸)

اس واقعہ کی اصلیت بھی مہاشہ نے مخفی رکھی یا اُسے خود خبر نہیں۔ اصل یہ ہے کہ آج کل کے جتنے مہاشے مصنف اسلام کے برخلاف لکھتے ہیں انکا مبلغ علم پنڈت لیکھرام اور عیسائی پادریوں کی تصنیفات تواریخ محمدی۔ تکذیب براہین احمدیہ وغیرہ ہیں۔ اس لئے یہ بیچارے خود بھی گمراہ ہوئے ہیں اور اپنی قوم اور ناظرین کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

ضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا

اگر اس واقعہ کی تفصیل کا ان کو علم ہوتا۔ ساتھ ہی اس کے انصاف بھی ہوتا تو حضور علیہ السلام کی غریب پروری کی داد دیتے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

سنئیے | اصل قصہ تو یوں ہے کہ بنی مصطلق کی لڑائی میں جویریہ قید ہو کر آئی جو ثابت بن قیس کے حصے میں آئی اس نے اس سے کتابت[1] کی۔ کتابت کی رقم ادا کرنے میں امداد مانگنے کو حضور کی خدمت میں آئی چونکہ وہ فریق مخالف کے سپہ سالار کی بیٹی تھی۔ اس لئے حضور نے فرمایا کتابت میں مدد دینے سے بھی اچھی بات تم کو بتاؤں؟ اُس نے عرض کیا ارشاد فرمایا میں تجھ سے نکاح کرلوں؟ اُسنے بڑی خوشی سے ہاں کر لی۔ حضور نے جب اس سے نکاح کیا تو مسلمان فوج میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ فوج نے کہا ہیں؟ بنی مصطلق سے حضور نے سسرال کا رشتہ کر لیا تو ہم اُن کے قیدیوں کو لونڈی غلام بنا کر رکھیں؟ چنانچہ اس نکاح نبوی کا اثر جو ہؤا وہ مؤرخ ابوالفدا کے لفظوں میں درج ہے۔

فادا عنها رسول الله كتابتها وتزوجها فقال الناس اصهار رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعتق بتزوجه اياها مائة	یعنی حضور علیہ السلام نے جویریہ کی طرف سے اسکی رقم کتابت ادا کی اور اس سے نکاح کر لیا صحابہ نے کہا اب تو یہ لوگ حضور کے

[1] مالک غلام یا لونڈی سے اقرار لیوے کہ تو اتنی رقم ادا کر دے تو میں تجھکو آزاد کر دونگا اسکو اسلامی اصطلاح میں کتابت کہتے ہیں

اھل بیت من بنی المصطلق فکانت عظیمۃ البرکۃ علی قومھا۔	سسرال بنگئے پس حضور کے اس نکاح کرنے سے بنی مصطلق کے ایک سو گھرانے جو مسلمانوں کے غلام بن چکے تھے آزاد ہوگئے پس یہ عورت جویریہ کی قوم کے حق میں بڑی برکت والی ثابت ہوئی۔
ابو الفداء جلد اول صفحہ ۱۳۷۔ ابن خلدون جلد (۱) صفحہ ۲۳۔ ابن اثیر صفحہ ۹۱ و ۹۲	

ناظرین! کیا یہ قصہ حضور کی کمال مہربانی کا ثبوت ہے یا بے مروتی کا۔ آہ! شیخ سعدی مرحوم نے سچ کہا ہے ؎

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

حضرت اُمّ المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا

مہاشہ مخالف نے حضرت صفیہ کی بابت لکھا ہے۔

"خیبر بھی یہودیوں کی ایک بستی تھی اس پر محمد نے چھاپہ مارا اور فتح کر لیا۔ اس بستی کا سردار کنعان مارا گیا۔ اور اسکی بیوی ہاتھ آئی محمد نے اس سے بھی نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ وہ راضی ہوگئی اب مدینے واپس جانے تک کی تاب کیسے؟ مٹی کے ڈھیر لگا لگا کر دستر خوان بنائے گئے اور ان پر کھجوروں، مکھن اور دہی کی دعوت کی گئی۔ نئی دلہن کو سنوارا گیا اور محمد اسے خلوت میں لے گئے عقید تمندوں نے احتیاطاً رسول کے خیمہ کا پہرہ دیا۔ کہ کہیں بے دین عورت اپنے خاوند کے قتل کا بدلہ نہ چکائے۔ مگر یہ احتیاط غیر ضروری ثابت ہوئی" (صفحہ ۲۰)

اپنی معمولی عادت سے مہاشہ نے اصل واقعہ کو چھپا کر بلکہ توڑ مروڑ کر ظاہر کیا ہے۔ کمال جرأت یہ ہے کہ حسب عادت حوالہ کسی کتاب کا نہیں دیا ہم اصلیت بتاتے ہیں اور معتبر مؤرخ ابن خلدونؒ کے الفاظ سامنے رکھتے ہیں

اصل قصہ یہ ہے کہ خیبر کی جنگ میں ان کے سردار کنانہ کی بیوی صفیہ لونڈی ہوکر مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں۔ جو تقسیم میں ایک صحابی کے ہاتھ پہنچیں۔ رپورٹ ہوئی کہ حضور وہ بڑے

سرداری کی بیوی ہے۔ حضور نے اس سے لسے خرید کر آزاد فرمایا۔ جب اسکی عدت پوری ہوگئی تو اس کی مرضی سے اسکی عزت افزائی کرنے کو آپ نے نکاح کر لیا۔ مؤرخ "ابن خلدون" کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:۔ "

واصیبت منهم سبایا کانت منهن عن وسّاعند کنانة بن الربیع بن ابی الحقیق فوهبها علیه السلام لدحیة ثم ابتاعها منه بسبعة ارؤس ووضعها عند ام سلمة حتی اعتدت واسلمت ثم اعتقها وتزوجها (صفحہ ۳۹ تتمہ جزو ثانی)

بہت سے قیدی لئے اُن میں صفیہ تھی جو کنانہ کی بیوی تھی۔ پس وہ حضور نے دحیہ صحابی کو بخش دی۔ پھر اس کو اس سے خرید لیا اور اس کو بیوی ام سلمہ کے پاس رکھا یہانتک کہ اسکی عدت پوری ہوگئی پھر حضور نے اسے آزاد فرمایا اور نکاح کیا۔

اللہ رے کس قدر عزت افزائی ہے۔ ایک عورت کی جو حسب قانون جنگ لونڈی بنکر معمولی سپاہی کے حصے میں آئے اور بحکم ہندو دہرم شاستر[لہ] اس سپاہی کے پاس رہنے ہیں مجبور ہو۔ اس کو بادشاہ وقت بلکہ سردار دوجہاں ازراہ مہربانی آزاد کرکے اپنے نکاح میں لائے۔ مگر دشمن بات کرے اَن ہونی! اُن کو کون سمجھائے جن کو خدا کا خوف نہ ہو۔ عقیدتمندوں سے پہرہ دینے اور خاوند کے قتل کا بدلہ لینے اور پیشانی پر زخم وغیرہ کا ثبوت مخالف کے ذمہ ہے۔ جس کی بابت امید نہیں کہ وہ اس فرض سے سبکدوش ہو سکے۔

حضرت اُمّ المومنین ام حبیبہ

(رضی اللہ عنہا)

اس ضمن میں رنگیلے مہاشہ نے چلتے چلتے ام حبیبہ کے نکاح کا بھی ذکر کیا مگر حسب عادت اخفا سے کام لیا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"خیبر سے مدینہ واپس آئے۔ پھر محمد نے ابوسفیان کی لڑکی ام حبیبہ کو شرف زوجیت بخشا

[لہ] منوسمرتی۔ باب ۷ فقرہ نمبر ۹۶

اس نکاح کی بحث ویز حبش میں خود شاہ حبش کی طرف سے ہوئی تھی" (صفحہ ۳۹)

جواب: اس نکاح کی حکمت تو خود لڑکی کے والد کے لفظوں میں ملتی ہے۔ مہاشہ کی جانے بلا سے تو اعتراض کرنے سے مطلب ہے۔

سنئے! مخالفین کفار عرب میں ابوسفیان ایک بڑا سردار تھا۔ وہی جنگ خندق میں کوام فوج بنکر آیا تھا۔ یہ ام حبیبہ اس کی لڑکی تھی جو اپنے خاوند کے ساتھ ملک حبشہ میں گئی تھی خاوند اس کا وہاں مرگیا۔ وہاں کے بادشاہ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اس کا نکاح کردیا۔ اس نکاح کی خبر سن کر ابوسفیان کے منہ سے بیساختہ نکلا۔

ذالک الفحل لا یقدع انفہ (تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)

"اس بہادر نبی کو کہیں بھی ناکامی نصیب نہیں ہوتی"

ابوسفیان کا یہ ایک فقرہ حضور کی آئندہ سیاسی اور مذہبی کامیابیوں کے لئے پیشگوئی تھی جو بالکل پوری ہوئی۔ فللہ الحمد۔

حضرت ام المومنین میمونہ
(رضی اللہ عنہا)

رنگیلے مہاشہ نے چلتے چلتے حضرت میمونہ کے نکاح کا ذکر بھی کیا ہے۔ جس میں کوئی خاص بات قابل اعتراض نہیں بتائی۔ چنانچہ اُن کے الفاظ یہ ہیں۔

"میمونہ نام سے اسکے چچا عباس کی بیوہ بہو موجود تھی۔ اس کی عمر ۲۶ سال کی تھی اور وہ رشتہ میں بھی محمد کے نزدیک کی تھی۔ اس لئے اپنے چچا کے کہنے سننے پر محمد نے اُسے اپنے حرم میں لے لیا۔ مدینہ کی مسجد میں[لہ] جہاں پہلے نو حجرے تھے اب دسواں تیار ہوا (صفحہ ۴۰)

ہاں معلوم ہوتا ہے کہ مہاشہ کے ذہن میں مسئلہ تعدد ازواج کا عدم جواز بیٹھا ہوا ہے اس لئے ساری کارروائی اس پر متفرع کئے جاتاہے۔ لہٰذا ہم بھی اس مسئلہ کا اخیر میں ذکر کرینگے۔ انشاء اللہ۔

لہ مسجد میں نہ تھے بلکہ مسجد کے اردگرد تھے۔ مصنف۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

ماریہ حضور علیہ السلام کی لونڈی (باندی) تھی بیویوں کے علاوہ باندیاں رکھنے پر مہاشہ کو اعتراض ہے چنانچہ اس کے چبھتے ہوئے الفاظ یہ ہیں:۔

ماریہ کے متعلق محمد پر ایک تہمت لگائی جاتی ہے۔ لونڈیاں رکھنا قرآن کریم کی رو سے جائز ہے۔ محمد کے گھر میں لونڈیاں تھیں۔ ان پر نہ محمد کی بیویوں نے اعتراض کیا نہ محمد کے پیروؤں نے" (صفحہ ۱۴)

جواب بیشک آپ نے سچ کہا قرآن کی رو سے جائز اس زمانہ کے قانون ملکی کے رو سے جائز۔ ہاں ایک لفظ آپ چھوڑ گئے وہ یہ کہ دھرم شاستر کی رو سے بھی جائز ہے اعتبار نہ ہو تو سنو۔ ویدوں کے استاد اول ویدک دھرم کے مسلمہ رشی منوجی فرماتے ہیں!۔

"رتھ۔ گھوڑا۔ چارپایہ عورت وغیرہ ان سب کو جو فتح کرے وہی اس کا مالک ہوتا ہے" (باب ۷۔ فقرہ ۹۶)

غلاموں کو یہاں تک بے حس کیا گیا ہے کہ انکی کمائی پر بھی ان کو اختیار نہیں سنو!

"اپنی عورت کے لڑکے، غلام یہ سب جس دولت کو جمع کریں وہ سب دولت ان کے مالک کی ہے۔ یہ اس کے حقدار مالک کی زندگی میں نہیں"

اور سنو!

"راجہ برہمن۔ غلام اور شودر سے دولت لے لیوے اس میں کچھ بچا نہ کرے کیونکہ وہ دولت کچھ اسکی ملکیت نہیں۔ وہ بے زر ہے" (منوسمرتی باب ۸ فقرہ نمبر ۴۱۶ سے ۴۱۷)

پس جو کام قرآن کی رو سے جو کام دھرم شاستر کی رو سے جائز ہو اس پر اعتراض کرنا ناستک (دہریہ) کا کام ہے۔ کسی آستک کا نہیں۔

مہاشہ کی واقفی ہم تو ابتدا سے کہتے آئے ہیں کہ رنگیلہ رسالہ کی مصنف پارٹی اسلامی تاریخ سے براہ راست واقف نہیں انکے معلومات مخالفانِ اسلام کی کتابیں تواریخ محمدی۔ تکذیب

براہین تاریخ ولیم میور وغیرہ ہے وہ بھی ناقص۔ اس کا ثبوت خود انہی کے قلم سے یہاں ہم دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

ایک دفعہ کہیں سے تین لونڈیاں آئیں تو محمد نے وہ ایک ایک کر کے اپنے خسروں ابوبکر اور عثمان اور اپنے علی داماد کو بطور پیشکش عطا کیں۔ آج دنیا اُسے شرمناک ڈھٹائی کہیگی کہ اپنے داماد اور خسروں کے ساتھ یہ یارانِ مجلس کا سا سلوک" (صفحہ ۱۴۱)

اس صفحہ پر اور اسکے علاوہ صفحہ ۱۴۴ پر بھی حضرت عثمان کو حضور کے خسروں میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ تاریخ اسلام میں حضرت عثمان حضور کے داماد تو ہیں خسر نہیں۔

سماجیو! انصاف سے کہنا اپنے چوتھے اصول کو سامنے رکھکر کہنا اس دعوے کے ثبوت میں (کہ حضور نے ابوبکر اور عثمان کو لونڈیاں دیں) تمہارے رنگیلے مہاشہ نے کوئی حوالہ دیا؟ بتاؤ! اگر تم کسی مجلس کی گفتگو میں یہ پیش کرو اور مسلمان تم سے ثبوت مانگیں اور تم نہ دکھا سکو تو تمہیں کتنی ندامت ہوگی۔

کوئی شخص بغرض حصول اولاد بحکم سوامی جی اپنی استری کا کسی جوان آدمی سے نیوگ کرائے وہ بیچاری حسب تعلیم سوامی جی سال دو سال تک اس جوان کی خدمت میں رہے مگر پرماتما کے حکم سے اولاد نہ ہو تو وہ بے چارہ اور بیچاری کس قدر شرمندہ ہونگے۔

سچ کہنا! تم مخالف کے سامنے حوالہ پیش نہ کر سکنے پر اُس سے زیادہ شرمندہ ہو گے یا نہیں؟ پھر کیوں ایسے مصنفوں کو تم لوگ مجبور نہیں کرتے کہ ہر دعوے کا ثبوت دیا کریں کیا تم لوگوں نے استاد الاخلاق شیخ سعدی کا قول نہیں سُنا ؎

نگفتہ ندارد کسے با تو کار ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

لو ہم مانے لیتے ہیں کہ حضور نے اپنے خسروں کو لونڈیاں دیں تو کیا جرم کیا۔ تم سمجھتے ہو کہ لونڈیوں سے صرف بیوی کا کام لیا جاتا ہے۔ حالانکہ لونڈی گھر کی خادمہ بھی ہوتی ہے اچھا سنو! منو جی نے جو کہا کہ لوٹ میں عورت کو جو لوٹے راجہ اُسی کو دیدے۔ بھلا لوٹنے والا کوئی راجہ کا خسر ہو یا داماد بلکہ باپ بھی ہو تو اُسے بھی وہ عورت دیدے؟ ہے رام!۔ اتنا پاپ؟

آریہ سجنو! ۵

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں! کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی

رنگیلے مصنف کا نیا رنگ

قصۂ تحریم

آگے چلیئے! رنگیلے مہاشہ نے نیا رنگ نکالا ہے۔ لکھتا ہے :-

حدیثوں کی روایت یہ ہے کہ ایک دن جب حفصہ کی باری تھی حفصہ محمد سے چھٹی لیکر میکے چلی گئی اور اُسکے گھر کو محمد نے ماریہ سے بسا لیا۔ اتنے میں حفصہ آگئی وہ یہ دیکھکر جل بھن گئی کہ اسکی آرامگاہ آج ایک غیر منکوحہ لونڈی کی خوابگاہ بنی ہوئی ہے اس غصہ کو محمد تاڑ گیا اور کہا بھاگوان! اگر ماریہ کے اس ماجرے کا ذکر کسی سے نہ کرو تو میں یہ عہد کرتا کہ آئندہ ماریہ سے صحبت نہوگی اور میرے بعد خلافت کا حق تمہارے باپ کا ہوگا " (صلا)

بیشک قرآن مجید میں یہ آیت ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ

(اے نبی جو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے تم اس کو حرام کیوں کرتے ہو کیا بیویوں کو راضی کرنے کے لئے ایسا کرتے ہو)

اس آئت کے متعلق متعدد روایات آئی ہیں کہ کونسی چیز حضور نے اپنے حق میں حرام کی تھی جس کا ذکر اس آیت میں بصورت ناپسندیدگی آیا ہے۔ ایک روایت ہے کہ ماریہ لونڈی کو حرام کر دیا تھا۔ دوسری اور بھی ہے۔ مگر زیادہ صحیح روائت یہ ہے کہ حضور شہد کا شربت پیا کرتے تھے کسی نے غلط کہدیا کہ آپکے منہ سے موم کی بو آتی ہے۔ آپکو بدبو سے بہت نفرت تھی۔ آپنے فرمایا میں شہد کبھی نہ پیونگا۔ اس میں شک نہیں کہ ایسا کہنے والی بیویاں تھیں۔ یہ روایت صحیح تر ہے چنانچہ بڑے پایہ کے محدث مفسر حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

والصحيح ان ذالك كان فى تحريمه العسل كما قال البخارى عند هذا الاية الخ

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ آئت شہد نوشی پر اتری ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے روائت کیا ہے

بس اصل جواب تو آگیا۔ رہا یہ سوال کہ جن بیویوں نے ایسی غلط گوئی کی انکی بابت کیا سزا جواب یہ ہے کہ وہی سزا جو قرآن مجید میں مذکور ہے "اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا" (تمہارے دل بگڑ چکے ہیں توبہ کروگی تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا (بیشک جو کیے وہ بھرے

مہاشہ کا اسکے آگے کا نوٹ اس سے بھی زیادہ فریبدہ ہے جو اسی قصہ ماریہ کے واقعہ کو بنا قرار دیکر لکھتا ہے "بات تھی ٹل گئی لیکن حفصہ سے اپنے پر قابو نہ رکھا جاسکا۔ اسنے اس واقعہ کا عائشہ سے ذکر کیا۔ وہ غیور عورت عائشہ کے زیر سرکردگی محمد کی بیویوں کی ایک کونسل ہوئی۔ سب نے محمد سے منہ پھیر لیا۔ محمد پیغمبر۔ مدینہ کا مطلق العنان بادشاہ! یہ بیویاں کون ہیں جو اس سے رکھائی کا برتاؤ کریں؟ فوراً وحی نازل ہوئی اور اُن نافرمان بیویوں کا بائیکاٹ کردیا۔ مہینہ بھر ماریہ کے ڈیرہ لگایا۔ کہ لو بگاڑ لو جو بگاڑ سکو۔ ادھر ابوبکر ناراض۔ عمر ناراض۔ عثمان ناراض کہ لونڈی کی خاطر ہماری بیٹیوں سے تعلق چھوڑ رکھا ہے۔ مہینہ بھر کی جدائی کے بعد محمد کا دل بھی ملائم ہوا۔ کہا اللہ نے سفارش کی ہے حفصہ کا قصور معاف اور اس کے ساتھ اسکی سب بہنوں کا قصور معاف" (صفحہ ۴۴)

جواب آہ! سوامی دیانند ہوتے تو مہاشہ کی داد دیتے کہ سارے ہندوستان میں ہماری تعلیم سے یہی ایک لائق چیلہ نکلا ہے جو ہمارے مشن (اسلام سے نفرت دلانے) کو پورا کرنے والا ہے۔

سنئے! اصل قصہ یوں نہیں جو تم نے لکھا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ادھر واقعہ شہد ہوا اتفاق سے اُنہی دنوں حضور علیہ السلام کے پیر میں چوٹ آئی۔ جس سے آپ چلنے پھرنے سے رک گئے۔ اس لئے آپنے ایک مہینہ کیلئے علیحدہ مکان میں گوشہ نشینی اختیار کی مگر آپکی گوشہ نشینی سے عام میں مشہور ہوگیا کہ حضور نے بیویوں کو طلاق دیدی۔ اسپر حضرت عمر آئے اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اصل وجہ حضور کی علالت ہے۔ دگر ہیچ۔ تمنے تو آریوں کو گمراہ کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ اس لئے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیتے۔ مگر ہم تو حوالہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتے بس سنو! حضرت کے خسر حضرت عمر کہتے ہیں میرے پاس میرا ایک دوست آیا اسنے کہا

(طلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ نسائہ" (بخاری جلد اول صفحہ ۳۳۴)
(یعنی حضور نے عورتوں کو طلاق دیدی ہے) یہ سنکر میں گھبرایا ہُوا بغرض تحقیق حال نکلا تو حضور کو چوبارے میں گوشہ نشین پایا۔ کیونکہ آپ کے پاؤں میں ضرب آئی تھی جس کے متعلق صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔

آلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسائہ وکانت انفکت رجلہ فاقام فی مشربۃ لہ تسعا وعشرین (صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۷۰۷)

یعنی حضور نے بیویوں سے علیحدگی کی۔ آپ کے پیر کو زخم آیا تھا پس آپ چوبارے (میں اُنتیس روز علیحدہ ٹھیرے رہے)

سماجی مترو! اپنے چوتھے اصول پر تم کو اگر پختہ یقین ہے تو رنگیلے مہاشہ اور اسکی کمیٹی سے اس دعوے کا ثبوت ہم کو لے دو کہ

"ادہر ابوبکرؓ ناراض، عمرؓ ناراض، عثمانؓ[ف] ناراض کہ ایک لونڈی کی خاطر ہماری بیٹیوں کو چھوڑ رکھا ہے" (رنگیلا صفحہ ۴۳)

اگر وہ اس کا ثبوت نہ دے سکے اور ہم کہتے ہیں کہ یقیناً نہ دیگا تو کیا پھر تمہارا فرض نہیں کہ جس طرح تم نے گاندھی جی کے خلاف رزولیوشنوں کی بھرمار کی ہے ایسے مفتریٔ رساں سماج کو بدنام کرنے والے تمہاری جیبوں سے پیسے نکالنے والے مصنفوں کے برخلاف بھی رزولیوشن پاس کردو یا درکھو کہ اگر ایسا نہ کروگے تو تمہاری ساری سماج بدنام ہوجائیگی جیسی کہ ہو رہی ہے۔ کیوں ؟ ع

چو از قومے یکے بے دانشی کرد نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را
نمے بینی کہ گاوے در علف زار بیالاید ہمہ گاوانِ دہ را

۔۔۔۔۔۔

[ف] پہلے بھی صفحہ ۴۱ پر حضرت عثمانؓ کو حضور کا خسر لکھا ہے۔

تعدد ازواج

محمد بیویوں والا

مرحبا سید مکی مدنی العربی　　دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

رنگیلے مہاشہ نے آخر اپنا دلی غبار اخیر کتاب میں نکالا کہ سارا غم وغصہ اسکو حضور کے تعدد ازواج پر ہے۔ یعنی اُس نے جو نتیجہ نکالا اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اسکو نہ بوڑھی بیوی کا رنج ہے نہ جوان کا صدمہ۔ بلکہ سچ ہے تو تعدد ازواج کا ہے اسی لئے سو وہ اپنا دلی غبار ان لفظوں میں نکالتا ہے۔

"محمد کو ایسا کونسا نام دوں جس سے محمد کی زندگی کا فوٹو آنکھوں میں اُتر آئے پچاس سال کا تھا جب خدیجہ نے انتقال کیا۔ باسٹھ[1] سال کا تھا جب خود انتقال کیا۔ اس بارہ سال کے عرصہ میں دس عورتیں کیں۔ یعنی سوا سال میں ایک + ان حالات میں اگر میں اپنے رنگیلے رسول کو بیویوں والا کہدوں تو کیا موزوں نہو گا بیویوں والا کہا اور محمد کو پالیا۔ محمد کے دل کو پالیا۔ محمد کی روح کو پالیا" (صفحہ ۴۸-۴۹-۵۱)

تعدد ازواج کے مسئلہ کی فلاسفی ہم تفسیر ثنائی جلد دوم میں زیر آیت مثنیٰ وثلاث مفصل لکھ چکے ہیں۔ اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ قدرتی طور پر مرد اور عورت میں ایک نسبت ہے کہ مرد عورت کو استعمال کرنیوالا اور عورت مستعملہ چیز ہے۔ اس کے سائنٹفک (فلسفیانہ) دلائل اُسی جگہ مذکور ہیں۔ پس جب مستعمل کو جتنی اور جیسی مستعملہ چیزوں کی ضرورت ہو حسب طاقت اتنی رکھ سکتا ہے۔ لیکن آریہ مہاشوں کو سائنٹیفک دلائل سے کیا کام ان کو انکے دھرم شاستر سے مسئلہ تعدد ازواج کا حل ہونا چاہئے۔

پس وہ سنیں | آریوں اور ہندوؤں میں منوجی ایک ایسے بزرگ مذہبی پیشوا گزرے ہیں۔ جنکی خدمت میں اُس زمانہ کے بڑے بڑے رشیوں نے حاضر ہوکر درخواست

[1] مہاشہ کی تاریخی واقفی ہے کہ تریسٹھ سال کو باسٹھ سال ہی میں ختم کرتا ہے۔

کی تھی

(۲) اے بھگوان سب ورنوں دذاتوں) اور ورن سنکروں کا دھرم ٹھیک ٹھیک ہم سے کہئے کیونکہ

(۳) اے پربھو! خیال سے باہر اور لامحدود اور قدیم وید میں بیان کئے ہوئے جو بہت طرح کے کرم ہیں اُنکے اصل مطلب کے جاننے والے ایک آپ ہی ہیں" (منو سمرتی باب اول فقرہ ۱-۲-۳)

آریوں میں منوسمرتی کی اتنی قدر ہے کہ سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش اُسی کے حوالجات سے بھری پڑی ہے۔ اگر منوسمرتی کے حوالجات کو الگ کر دیا جائے تو ستیارتھ کے اوراق بمشکل اتنے رہ جائیں گے کہ چند پتنگیں بن سکیں۔

منوجی کی سنو! یہی منو بھگوان تعدد ازدواج کو ایسی خوبی سے حل فرماتے ہیں کہ بایدوشاید۔ راجہ کی بابت ہدایت ہے کہ

"(راجہ) کھانا کھا کر عورتوں کے ساتھ محل میں بہار کرے" (باب ۷ فقرہ ۲۲۱)

اور سنو! ایک کی دو زوجہ ہیں اور چھوٹی زوجہ سے لڑکا پہلے پیدا ہوا اور بڑی زوجہ سے پیچھے ہوا پس اس مقام پر تقسیم حصہ کس طرح کرنا چاہئے اشلوک آئندہ میں لکھیں گے" (باب ۹۔ فقرہ ۱۲۲)

اور سنو!

"پہلی عورت موجود ہو اور بھکشا سے دولت فراہم کر کے اس روپیہ سے دوسری شادی کرے تو اس کو صرف جماع کا لطف (سماجیو! سنتے ہو؟) ملتا ہے اور اولاد اسی کی ہے جس نے دولت دی" (باب ۱۱ فقرہ ۵)

ان سب کے واضح سنو!

اگر ایک آدمی کی چار پانچ عورتیں ہوں اور ان میں سے ایک صاحب اولاد ہو تو باقی بھی صاحب اولاد ہوتی ہیں۔ یہ منوجی کا حکم ہے" (باب ۹۔ فقرہ ۱۸۳)

مہاشے سچانند! دھرم شاستر کو ماننے والا اس حکم کے ماتحت تعدد ازدواج پر اگر عمل کرے تو تم اسکو بھی وہی نصیحت کرو گے جو رنگیلے مہاشے نے کی ہے۔ جس کے تلخ ترین الفاظ یہ ہیں:۔

"بہت بیویاں کرنے والو دیکھو پیغمبروں کی زندگیاں مرقع عبرت ہیں۔ اگر اس عظمت کے لوگ اپنی غلط کاریوں کے برے انجاموں سے نہیں بچے۔ تو تم کون ہو جو اپنی کرتوت کے کڑوے پھلوں سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہو۔ دشرتھ کا گھر برباد ہوا۔ محمدؐ کا دین برباد ہوا۔ کیوں! اسی لئے کہ بڈھے ہو کر نوخیزوں سے شادیاں کیں" (رنگیلا صفحہ ۲۴)

کس قدر خبط الحواسی ہے۔ اللہ کی شان! ایسے لوگ بھی مصنف بنجاتے ہیں جو موضوع بیان بھی نہیں جانتے۔ شروع بیان میں خرابی کی وجہ تعدد ازدواج کو بتایا ہے اخیر میں نوخیز سے شادی کو سبب بنایا ہے۔ پہلے بیان کے مطابق اگر بوڑھی عورتیں بھی متعدد ہوتیں تو مضر تھا۔ آخری بیان کے مطابق ایک نوخیز بیوی بھی مضر ہے۔ کیا اتنی سی عبارت میں اتنا بڑا اصولی اختلاف کسی صحیح دماغ کا کام ہے؟

خیر یہ تو ہے مصنف کی دماغی قابلیت کا ذکر اب ہم اس کے دعوے کی پڑتال کرتے ہیں "محمد کا دین برباد ہوا" دستور ہے۔ انسان دن کو جو خواہش رکھتا ہے۔ رات کو وہی نظر آتی ہے۔ چاہے واقعہ میں نہ ہو۔ چونکہ یہ لوگ اسلام کی دل سے بربادی چاہتے ہیں اسلئے اسکی بربادی کے خواب انکو آتے ہیں۔ وہی انکے منہ اور قلم سے نکل جاتے ہیں ورنہ دین محمدی اگر نکاح نوخیز (عائشہ) سے برباد ہوا ہوتا تو ہندوستان، ہاں آریہ ورت۔ ہاں ہاں پوتر بھارت بھومی مسلمانوں کے قدم کیوں چومتی اور سچ تو یہ ہے کہ تمہارے سوامی کو ستیارتھ پرکاش جیسی زبردست کتاب اسلام کے برخلاف لکھنے کی ضرورت ہوتی؟ اور تم بھی آج یہ دل شکن رسالہ کیوں لکھتے؟ کوئی تم سے یہ نہ کہتا کہ بھلے آدمی! اسلام تو حضرت پیغمبر اسلام کے بعد متصل برباد ہو چکا ہے پھر تم یہ لغو حرکت کیوں کرتے ہو؟ کیا سچ ہے ؎

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں — اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

مہاشہ جی کی تاریخ دانی اسی صفحہ پر آپ لکھتے ہیں۔

"محمد کی، اسی خانہ جنگی نے محمد کی وفات کے بعد اسلام کی تاریخ کو متواتر خونریزیوں کی تاریخ بنا دیا۔" (صفحہ ۲۴)

کیا کہنے ہیں؟ خلافت کی بابت لڑائی نہ پہلی خلافت میں ہوئی۔ نہ دوسری میں نہ تیسری میں ہاں چوتھی خلافت میں ہوئی۔ سو اس کی وجہ حضرت عثمان خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کا قتل تھا نہ خانگی نزاع ؛

آخر آپ سوامی دیانند کے چیلے ہیں جنھوں نے سیتارتھ پرکاش طبع اول ۱۸۷۵ء میں لکھ مارا تھا کہ

"محمود غزنوی ہندوستان کو لوٹ کر مکہ گیا تھا۔" (صفحہ ۳۲۱)

حالانکہ سلطان محمود نہ مکہ گیا نہ مدینہ گیا۔ اسی لئے آریوں نے سوامی جی کی اس غلطی کی اصلاح کرنے کو طبع اول کے بعد کی جملہ طبعات میں یہ فقرہ ہی اڑا دیا۔ بہت اچھا کیا ؛

دوسری مثال سوامی جی کی تاریخ دانی کی یہ ہے کہ آپ نے امریکہ کے متلاشی کولمبس کو جو اٹلی کا باشندہ تھا۔ انگلستان کا باشندہ لکھا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

"انگلستان کے کولمبس وغیرہ لوگ جب تک امریکہ میں نہیں گئے تھے۔" (سیتارتھ پرکاش اردو طبع اول صفحہ ۲۶۸)

آریوں کی ہوشیاری آریہ سماجی چونکہ تعلیم یافتہ ہیں ان کو معلوم ہوگیا کہ سوامی جی نے سنے سنائے ایسا لکھ دیا۔ اس لئے بعد کے طبع میں اس کی اصلاح یوں کی بجائے انگلستان خاص کے ایک وسیع لفظ رکھدیا۔ یعنی یوں لکھا کہ

یورپ کے کولمبس وغیرہ لوگ جبتک امریکہ میں نہیں گئے تھے۔" (ستیارتھ طبع چہارم صفحہ ۲۳۵)

ہمارا رنگیلا مصنف بھی آخر سوامی جی کا چیلہ ہے۔ انھوں نے سلطان محمود کو مکہ شریف پہنچایا تو مہاشہ مذکور نے خلافت پر خانگی نزاع کا اثر پہنچایا (چشم بددور) سچ ہے ؎

لطف پر لطف ہی املا میں میرے یار کے یار   حاء حطی سے گدرح لکھتا ہی ہوتے سے ہمارہ

تعدد ازدواج کے متعلق ہماری حیرانی کی کوئی حد نہیں رہتی جب ہم ان ویدک دھرم کے شیدائیوں سے مخالفت سنتے ہیں حالانکہ اُنکی مسلمہ کتب دہرم شاستر میں تعدد ازدواج کی اجازت ملتی ہے۔ جس کے ثبوت میں ہم کئی ایک حوالجات اوپر لکھ چکے ہیں؟

آہ! کیسا کل جگ ہے کہ ہندو رکشک کہلا کر دہرم شاستر کی ایسی ہتک کرتے ہیں کہ گئو بھشک بھی نہ کرے۔ منوجی مہاراج تو چار پانچ عورتوں کا ذکر بھی بطور مثال بتاتے ہیں ورنہ اُن کے ہاں تو کوئی تعداد مخصوص نہیں مگر آریہ مہاشہ ہیں کہ تعدد ازدواج سے ڈراتے ہیں۔ آہ! اِن حمائیتوں کی حمائت سے ہندو دہرم ایسا دُکھیا ہو رہا ہے۔ کہ اس کی زبان حال سے یہ شعر نکل رہا ہے ؎

دوست ہی دشمن جاں ہوگیا اپنا حافظا   نوشدار وسنے کیا اثر سم پیدا

ہماری دریادلی | مہاشے سجنو! ہماری دریادلی دیکھو کہ ہم تمہارے اصل دعوے کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہمارے حضور پرنور علیہ السلام بڑے مرد تھے۔ مردانگی کے کام کرتے تھے۔ چونکہ آپ کامل مرد تھے۔ اس لئے واقعی بیویوں والے تھے۔ خود قرآن مجید نہ صرف حضور کو بیویوں والا بلکہ کل انبیاء کو بیویوں والا کہتا ہے۔ غور سے سنو!

(وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً پ۱۳ ع۱۱)

ہم (خدا) نے (اے نبی) تم سے پہلے کئی رسول بھیجے اور اُن کو بیویاں اور اولادیں دیں

اس لئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بن کر آتے ہیں وہ اگر بیویاں نہ کریں تو ساری امت نہ کریگی۔ جس سے نسل انسانی کا انقطاع ہو جائیگا۔ پس بیویوں والا ہونا نبی کے لئے ضروری ہے۔ ورنہ دنیا کی تباہی و بربادی ہے ؎

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دیانند ویدوں والا

رنگیلے مہاشہ نے اپنے گرو (سوامی دیانند) کو ایک معزز لقب دیا ہے یعنی ویدوں والا چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں

"رشی دیانند کا نام پنجاب میں ویدوں والا پڑنے لگا ہے۔ رشی کا کام وید۔ رشی کا پیغام وید۔ رشی کی حیات۔ رشی کی وفات۔ وید کی اشاعت کا وسیلہ ہوئی رشی کا۔ انس۔ سانس ویدکی قرأت تھی: ویدوں والا من بھاونا نام ہے یہ نام لیا اور رشی کے دل کو پالیا۔ رشی کی روح کو بھانپ لیا" (صفحہ ۸۴)

آریہ مصنف اپنے عقیدے کے بیان کرنے کا حق رکھتا ہے مگر پبلک رائے کی نیابت کرنے کا اس کو کوئی حق نہیں۔ آج تک کسی کتاب یا کسی اخبار یا کسی اشتہار میں سوامی دیانند کو ویدوں والا نہیں لکھا گیا۔ ویدوں کے منکریں (دیوسماجی اور سکھوں) کی طرف سے جو دیانندجی کے حق میں رائیں شائع ہیں۔ اُن کا تو ہم نے دانستہ ذکر نہیں کیا۔ مگر ویدوں کے ماننے والے ہندوؤں کی رائے کا اظہار کرنے سے تو ہم رک نہیں سکتے۔ کیونکہ مہاشہ جی نے اُن سب (ویدوں کے ماننے والوں) کی طرف سے نیابت کی ہے۔ اسلئے آپ کو دکھانا ہے کہ آپکی یہ رائے ذاتی ہے۔ قومی اور ملکی نہیں۔ ہندوؤں کی طرف سے جو دیانندجی کے متعلق تحریرات نکلتی رہی ہیں۔ اُن میں بتایا گیا ہے کہ سوامی دیانندجی ویدوں بلکہ ویدوں کے علاوہ دیگر مذہبی کتابوں کے حوالجات بھی غلط دیا کرتے تھے۔ چنانچہ سناتن دہرم پرچارک امرت سر کی طرف سے ٹریکٹوں کے سلسلہ میں ٹریکٹ نمبر ۳۴ سے ہم دس شہادتیں نقل کرتے ہیں۔ جن سے معلوم ہو سکیگا کہ رنگیلے مہاشہ کا دیانندجی کو ویدوں والا لکھنا اس مصرع کے مصداق ہے ؎

پیراں نمی پرند مریداں ہمی پرانند

سماجی دوستو! سناتن دھرمی پنڈتوں کا مضمون سنو اور غور سے پڑھو!

(۱) صفحہ ۲۹۴ سطر ۱۵ (سوال) آغاز دنیا میں ایک یا کئی انسان پیدا کئے تھے یا کیا؟

؎ یہ صفحات اردو ستیارتھ پرکاش طبع اول کے ہیں۔

(جواب) کئی۔ کیونکہ جن جیووں کے کرم ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے ان کی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے کی۔

منشیا رشی اچہ یے تو منشیا اجانیت۔ یہ یجروید میں لکھا ہے" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۴) یہ پرمان جس پر ہم نے لکیر کھینچ دی ہے۔ سوامی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ یجروید میں لکھا ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ یجروید تو کیا چاروں وید میں نہیں پس یا تو سماجی یہ پرمان یجروید میں دکھاویں ورنہ سوامی صاحب کو دروغگو ٹھیراویں +++ پس آریہ سماجیوں کو یہ پرمان یا شہادت یجروید میں دکھلانی ہوگی ورنہ سوامی دیانند کا وید منتر کے لفظوں کو الٹ پلٹ کر ایک منتر بنالینا یہ کونسا رشی پن ہے؟ مہرشی منوجی لکھتے ہیں کہ وید کی نندا کرنے والا ناستک ہے لیکن جو وید کے نام سے بناوٹی منتر بناتا ہے وہ کون ہے۔ دانا سمجھ لیویں۔

(۲) صفحہ ۲۹۵ سطر ۲۰ (سوال) انسانوں کی پیدائش کس مقام پر ہوئی؟

(جواب) تری وشٹپ میں۔ جس کو تبت کہتے ہیں۔

سوامی صاحب کا یہ لکھنا کہ انسان تر بشٹ یعنی تبت میں پیدا ہوئے غلط ہے۔ آریہ سماجیوں کا یہ خیال ہے کہ جو بات وید میں لکھی ہوگی وہ مانیہ یوگیہ (قابل قبول) ہے پس ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سرشٹی کا تبت میں پیدا ہونا وید تو درکنار کسی ہمارے رشی نے بھی نہیں لکھا۔ نہ صرف رشی بلکہ اس کے متعلق کوئی پرانا اتہاس یا ثبوت جو آپت پرشوں نے کہا ہو۔ سماجیوں کے پاس نہیں ہے۔ دوسری بات جو سوامی صاحب نے لکھی ہے وہ اور بھی ذرا سوچنے کے لائق ہے۔ اس سے علاوہ دروغ بیانی کے پنڈت دیانند کی کوش کے متعلق بھی ناواقفیت معلوم ہوتی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کل سنسکرت کی کوشوں کو پڑتال کرلو تو تر بسٹپ کے معنی تبت کسی کوش سے نہ نکلینگے

(۳) پرہلاد کی کتھا بھاگوت سے لکھتے ہوئے صفحہ ۳۰۷ سطر ۸ میں سوامی صاحب یوں لکھتے ہیں "تب اس نے ایک لوہے کا ستون آگ میں گرم کرکے اس سے کہا کہ اگر تیرا معبود سچا ہے تو اسکے پکڑنے سے نہ جلیگا۔ پرہلاد پکڑنے لگا۔ دل میں شک

ہُواکا جلنے سے بچ نکلتا یا نہیں۔ نارائن نے اس ستون پر چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی قطار چلادی"۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ شریمد بھاگوت میں یہ ہرگز نہیں کہ پرہلاد کو شک ہُوا اور نارائن نے چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی قطار چلادی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوامی دیانند نے ہرگز شریمد بھاگوت کو نہیں پڑھا!!

(۴) صفحہ ۲۴۴ سطر ۲۷ پوتنا" دراکرور کے بارہ میں دیکھو۔

(۱) رتھیں یا یوبگین (۲) جگام گو کلنگ پرتی۔

(ناگری بار دوم سوم) ستیارتھ پرکاش میں یہ ایک شلوک ہے۔ اُردو کی دوسری دفعہ میں حوالہ کوئی نہیں ہے۔ تیسری دفعہ اردو میں الگ الگ ٹکڑہ کرکے حوالہ دیا ہے لیکن ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے کہ ناگری کی بار دوم سوم میں جو شلوک بھاگوت کے نام سے (رتھیں یا یوبگین جگام گو کلنگ پرتی) لکھا ہے یہ کوئی بھاگوت میں نہیں ہے۔

(۵) صفحہ ۴۰۴ سطر ۲۔ ویدپڑھت برہما مرے چاروں وید کہانی۔ سنت کی مہما وید نہ جانے برہم گیانی آپ پرمیشور"

گورونانک جی کو ویدوں کا دشمن قرار دیتے ہوئے مندرجہ تک انکی طرف سے لکھی ہے لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ گورونانک جی نے یہ ہرگز نہیں کہا اور نہ گروگرنتھ صاحب یا کسی معتبر گرنتھ میں یہ تک ہے۔

(۶) صفحہ ۱۰۴ سطر ۱۷" وددھانی چہ رتنانی دوکتے سوپا دیت" طرح طرح کے جواہرات سونا وغیرہ دولت ووکت یعنی سنیاسیوں کو دیویں۔منو۔ ادھیایے ۱۱"۔ یہ ٹکڑا جو منوجی کے نام سے لکھا ہے۔ ہرگز منوسمرتی میں نہیں ہے۔ چونکہ سوامی صاحب سنیاسی تھے اور ویدک دھرم کے انسار سنیاسی کو دولت وغیرہ رتن رکھنا منع ہے اسلئے سوامی جی نے اپنا مطلب سیدھا کرنے کے لئے مہرشی منوجی کے نام سے یہ شلوک لکھا۔ لیکن ہمارا دعوے ہے کہ اسطرح کا یہہ شلوک منوسمرتی ہرگز نہیں ہے۔

(۷) پنج مہایگ بدھی میں سوامی صاحب گائیتری منتر کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ یہ منتر چار پرکار چار وید میں ہے۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ منتر اس پرکار اتھر وید میں نہیں ہے
(۸) صفحہ ۲۵۲ سطر ۲۳ (س) آریہ ورت کی حد کہاں تک ہے (ج) منوسمرتی کے دو شلوک دئے ہیں۔ جس سے آریہ ورت کا حدود اربعہ تبلایا ہے۔ افسوس اس کے دوسرے شلوک میں سوامی جی نے غلط تحریر سے کام لیا ہے۔ ناظرین ذرا غور سے ملاحظہ فرماویں۔ منوسمرتی نکالئے اور سوامی جی کی پستک بھی نکالئے پہلا شلوک (۲۲) جو آریہ ورت کی وسعت دکھلانے والا ہے وہ حرف بحرف صحیح اور جیون کا تیوں درست ہے لیکن اگلا شلوک جو لکھا ہے اس میں آخری حصہ شلوک کا فرضی بنا دیا ہے۔ منوسمرتی میں لفظ برہماورتم تھا۔ جس کی جگہ سوامی دیانند نے آریہ ورتم بنا کر اس شلوک کو بھی آریہ ورت کی وسعت دکھلانیوالا بنا دیا ہے جس سے سوامی جی کی دھرم، سچائی اور ایمانداری کا پورا ثبوت ہے"
(۹) صفحہ ۵۵ سطر ۸۔ پنج ونشے تتو ورشے پومان ناری تو شوڑ شے"۔ یہ سسشرت کے شریر استھان کا لکھا ہے"۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ شلوک سسشرت ستھان میں نہیں ہے
(۱۰) صفحہ ۳۲۷ - سطر ۱۵" جب ویدمت کو قایم کر چکے اور علم پھیلانے کا خیال کرتے ہی تھے کہ اتنے میں دو جینی باہر سے بظاہر نام ویدمت کے حامی اور اندر سے پکے جینی یعنی کپٹ منی تھے۔ شنکراچاریہ ان پر نہایت خوش تھے۔ ان دونوں نے موقعہ پاکر شنکراچاریہ کو ایسی زہریلی چیز کھلادی۔ کہ انکی بھوک کم ہوگئی۔ بعد ازاں جسم میں پھوڑے ہو کر چھ ماہ کے اندر مر گئے"۔
یہ بات کسی معتبر تواریخ میں نہیں ہے کسی شنکر دگ وجے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دو جینیوں نے سوامی شنکراچاریہ کو زہریلی چیز کھلادی۔ آریہ سماجیونکو چاہئے کہ ایسی شنکر دگ وجے کا پتہ لگادیں۔ ورنہ سوامی دیانندجی کو دروغگو جانکر اس سے کنارہ کریں" (سناتن دھرمی ٹریکٹ نمبر ۲۳۔ موسومہ" سوامی دیانندجی کی دس فاش غلطیاں"۔ مصنفہ مہنت گوکل داس منیجر سناتن دھرم پرچارک منڈل امرتسر (مطبوعہ سناتن دھرم پریس امرتسر)

یہ تو ہندوؤں کی رائے ہے جس کے ہم ذمہ دار نہیں۔ اب ہم ویدوں کے متعلق سوامی دیانند کا برتاؤ اپنی ذمہ داری پر سناتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ مہاشہ کی رائے کہاں تک صحیح ہے۔

ہندوؤں کا قدیم الایام سے یہ عقیدہ چلا آیا ہے کہ ویدوں کے دو حصے ہیں (۱) سنگتاہ (۲) برہمن۔ مگر سوامی دیانند نے برہمن حصے کو ویدوں سے الگ کرکے غیر الہامی قرار دیا دیکھو رگ وید بھومکا مصنفہ دیانند جی۔ بحث "اصطلاح وید" تو کیا ہندوؤں کے عقیدے کے موافق ویدوں کو نصف کرنے والا بھی وید والا کہلا سکتا ہے؟ ہاں "ویدوں والا" لفظ سے اگر یہ مراد ہو کہ ویدوں کو خراب کرنے والا تو ہندوؤں کو بھی غالباً اس لقب پر اعتراض نہ ہوگا

سوامی دیانند مجرد قاطع نسل اور مغلوب الغضب تھے یہ تو ہندوؤں اور آریوں کی اندرونی کیفیت ہے اب ہم اپنی تحقیق سے ایک نمونہ سوامی دیانند جی کے متعلق بتاتے ہیں۔ سوامی جی کی زندگی کا امتیازی طرّہ یہ ہے کہ آپ ساری عمر مجرد رہے۔ مذہبی رہنما اپنے اتباع کیلئے نمونہ ہوتے ہیں اگر سکے آریہ انکی طرح مجرد رہیں تو انکی نسل کا خاتمہ معلوم ہے۔ اسلئے ہمارے عنوان کا ایک جزو بالاتفاق ثابت ہے کہ سوامی دیانند قاطع نسل تھے۔ کون نہیں جانتا کہ مذہبی پیشوا وہی ہو سکتا ہے جو اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو۔ چاہے کتنا ہی اسکو غیظ و غضب کا موقع آئے اُسوقت وہ اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔ خاصکر مذہبی اور اخلاقی امور میں اسوقت اس کی رائے ڈگمگائے نہیں۔ یہی وقت اُسکے امتحان کا ہے۔ انہی معنی میں کسی اہل دل نے خوب کہا ہے ؎

دریائے فراواں نہ شود تیرہ بسنگ   عارف کہ برنجد تنک آبست ہنوز

یعنی جس طرح جوش مارنے والا دریا معمولی کنکریاں ڈالنے سے میلا نہیں ہوتا اسیطرح عارف خدا غیظ و غضب میں آلودہ نہیں ہوتا۔ اگر ہو تو سمجھو کہ چھوٹے پانی میں ہے۔

مہاشے سجنو! آؤ اس پاک اصول کے ماتحت ہم سوامی دیانند کی زندگی کا جائزہ لیں سوامی جی کی سوانحعمری کلاں بڑی سوچ بچار کر لکھی گئی ہے تاہم اس میں سوامی جی کی زندگی کے دو حصے ہمکو نظر آتے ہیں۔ پہلا حصہ قبل تعلیم جوانی کا ہے۔ اسکی بابت تو کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں۔ کونسی اخلاقی غلطی ہے جو اس عمر میں سوامی جی سے سرزد نہیں ہوئی۔ غلط بیانی بدصحبتی۔ یہاں تک کہ منشیات بھنگ وغیرہ کا بکثرت استعمال۔ چنانچہ وہ آپ کہتے ہیں کہ

"اُس جگہ مجھے بڑا عیب لگ گیا یعنی مجھ میں بھنگ کے استعمال کرنے کی عادت ہوگئی۔" (سوانح کلاں صفحہ ۱۹)

رنگیلے مہاشہ نے ہمارے حضور علیہ السلام کی قبل از نبوت پچیس سالہ زندگی پر بھی اعتراض کئے ہیں جنکی بنا خود اس کے دل و دماغ کا اختراع ہی ملاحظہ ہو صفحہ ۴۲ کتاب ہذا مگر ہم اُسکے گرو کی پہلی زندگی کی تنقید نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ تو بقول خود سوامی اور آریہ اس قابل نہیں کہ تنقید ہو بلکہ اس مصرع کی مصداق ہے ؎

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

اس لئے ہم اس موضوع کے نیچے انکی زندگی کا وہ حصہ لیتے ہیں جو انکی ریفارمری اور اشاعت دھرم کا زمانہ ہے

ہمارا عنوان بیان ہے کہ سوامی جی مغلوب الغضب یعنی غصہ والے تھے۔ اس دعویٰ کا ثبوت سنئے۔ سوامی جی کی سوانحعمری کلاں میں لکھا ہے۔

دوسرے دن سوامی جی نے مورتی پوجا کھنڈن پر لکچر دیا۔ اسی میں محمود غزنوی کا آنا اور اسکے حملوں سے دیش کے دھن کی ہانی کا مفصل برنن کیا اور مندروں میں عورتوں کے جانے اور وہاں کی درو شا کا بیان فرمایا جسمیں کسی شخص نے مکان کی چھت پر جانب مغرب سے یہ سوال کیا کہ آپ نے فرمایا کہ استری کو اچت ہی کہ ایک ہی بار اپنے پتی کے پاس جائے یعنی وبھچار نہ کرے مگر جس کا پتی طوائف دنگچری کے پاس جائے اسکی عورت کیا کرے اُنھوں نے کہا کہ اسکی عورت بھی ایک ویسا مضبوط سا آدمی رکھ لے"۔ (صفحہ ۳۵۵)

آریہ سجنو! سوامی جی کا یہ وچن (قول) مذہبی حکم ہے؟ یا غصہ کا اظہار۔ کیا کوئی مذہبی پیشوا سچا ریفارمر۔ ہادی قوم برگزیدۂ خدا غصے میں دھرم کے خلاف ایسا اخلاق سوز حکم دے سکتا ہی علاوہ اسکے ہم نہیں جان سکتے کہ سوامی جی کو غصہ کس بات پر آیا۔ سوال بالکل معمولی ہے اس سے سخت ترین و پیچیدہ سوال ہم واعظوں اور مولویوں پر ہوتے رہتے ہیں اگر سوامی جی ایسے بگڑے کہ آپے سے باہر ہوگئے۔ سوامی جی کے غضبناک مزاج کی ایک مثال ہم پہلے کتاب ہذا

کے صفحہ ۲۳ پر بتا آئے ہیں دوسری یہ ہے تعجب ہے سوامی جی کس قدر غضب کے پرکالے ہیں
بخدا ہم حیران ہیں کہ ایک پاک دامن عورت کو محض اس کے خاوند کی بیوقوفی سے
مضبوط سا آدمی رکھنے کی اجازت بلکہ حکم دیتے ہیں۔ واللہ دنیا کی ریفارم تاریخ
میں ہمیں اسکی مثال نہیں ملتی۔ کیا سچ ہے ؎
قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا پر ترے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا
پس ان حوالجات کی بنا پر اگر سوامی دیانند جی کو
قاطع نسل اور غصہ والا کہا جائے
تو بیجا نہ ہوگا غصہ والا کہا اور سوامی جی کو پایا ؎
اُس نازنیں کو دیکھنا جو وت نہ چھیڑنا گر روٹھ بھی گیا تو منایا نہ جائیگا

مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات

اے غفور رحیم خدا! تو جانتا ہے کہ میرا ایمان ہے حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ
اور حضور کی ازواج مطہرات سب تیرے نزدیک صادق بیبیاں ہیں اسلئے مینے تیرے حکم
کُونُوا مَعَ الصَّادِقِین
کے ماتحت تیری ہی مدد سے اُنکی طرف سے مدافعت کی ہے پس تو اے میرے دل کی حال کو جاننے والے
خدا اس خدمت کے بدلہ میں مجھے اور جن لوگوں نے اسمیں میری کسی قسم کی مدد کی ہے ہم
سب کو ان صادقوں کے ساتھ ملا دے
تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ
من نگویم کہ طاعتم بپذیر قلم عفو بر گناہم کش
امیدوار مغفرت خادم دین اللہ ابوالوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ امرتسری

تمت

نہیں تو اب فقط باہم جدال و جنگ آتی ہے
ہمارے نام سے مذہب کو عار و ننگ آتی ہے

کہیں فرمان باری بھی کسی صورت سے ٹلتے ہیں
بھلا ان لچھنوں سے کام کب اچھے نکلتے ہیں
نہ جب تک قوم خود بدلے نہیں وہ بھی بدلتے ہیں
نہیں چھوٹا بڑا کہنے میں اپنی راہ چلتے ہیں

نہیں ہے نیک و بد پر کچھ نظر ہم کو یہ غفلت ہے
سمجھتے ہی نہیں سمجھانے سے کیسی بری مت ہے

نہ اخلاق پیمبر ہم میں نے شرم و حیا باقی
بتائیں کیا کہ ہم میں کیا گیا اور کیا رہا باقی
نہ آداب شریعت ہے نہ زہد و اتقا باقی
چھنیں سب نعمتیں اک اک بس اک جھگڑا رہا باقی

جدھر دیکھو عناد و بغض کی تلوار چلتی ہے
ذرا سی بات پر دن بھر میں سو سو بار چلتی ہے

ہے اپنوں سے عداوت اور غیروں سے محبت ہے
جو اپنا بات بھی کہدے قیامت پر قیامت ہے
جو صدمہ غیر سے پہنچے نہیں اسکی شکایت ہے
بھلا وہ قوم کیا سنبھلے کہ جس کی ایسی حالت ہے

ہم اپنی آبرو اپنے ہی ہاتھوں کھوتے جاتے ہیں
اسی باعث سے سب اپنے پرائے ہوتے جاتے ہیں

کیا محسوس کچھ تم نے بھی کیوں یہ اپنی حالت ہے
میں کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ جہالت کی بدولت ہے
خصوصاً بھائی کو بھائی سے اپنے کیوں عداوت ہے
یقیں جانو مسلمانو کہ ایماں بڑھتی دولت ہے

یہ دولت ہاتھ آجائے تو سب کچھ ہاتھ آجائے
جسے تم کھوگے بیٹھے ہو وہ سب کچھ ہاتھ آجائے

یہ منت ملتجی ہے اے بزرگو قوم کا خادم
ہے دنیا میں بھی عزت اور عقبیٰ بھی رہے قائم
کرو ملکر جتن ایسے کہ محشر میں نہوں نادم
کرو وہ کوششیں جنکے نتیجے نیک ہوں دائم

شجر اسلام کا پھولے پھلے شاداب ہوجائے
یہ سب ادبار قومی اک خیال و خواب ہوجائے

خادم اہل اللہ

ابوالوفا ثناءاللہ کفاہ اللہ

امرتسر